THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, the June 15, 2023
(330th Session)
Volume VII, No.04
(Nos.01-06)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume VII SP. VII (04)/2023
No.04 15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Leave of Absence 2
3. Further discussion on the Finance Bill 2023-24 3
   - Senator Sardar Muhammad Shafiq Tareen 3
   - Senator Hidayatullah Khan 6
   - Senator Danesh Kumar 11
   - Senator Bahramand Khan Tangi 18
   - Senator Saifullah Abro 24
   - Senator Nuzhat Sadiq 33
   - Senator Imamuddin Shouqeen 36
4. Point of public importance raised by Senator Mian Raza Rabbani regarding implementation of IMF policies causing closure of industry amid financial crisis 44
5. Further discussion on the Finance Bill, 2023-24 45
   - Senator Abida Muhammad Azeem 45
   - Senator Muhammad Asad Ali Khan Junejo 46
   - Senator Fawzia Arshad 50
   - Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur 55
   - Senator Palwasha Mohammad Zai Khan 65
   - Senator Sajid Mir 73
   - Senator Afnan Ullah Khan 77
   - Senator Kamran Murtaza 82
   - Senator Kamran Michael 90
   - Senator Falak Naz 94

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Thursday, the June 15, 2023

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at fourteen minutes past three in the afternoon with Mr. Chairman (Muhammad Sadiq Sanjrani) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا
لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ
فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ
لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: بے شک ابراہیم ایسے پیشوا تھے جنہوں نے ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ کی فرماں برداری اختیار کر لی تھی، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اس نے انہیں چن لیا تھا، اور ان کو سیدھے راستے تک پہنچا دیا تھا۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی تھی، اور آخرت میں تو یقیناً ان کا شمار صالحین میں ہے۔

پھر (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی وحی کے ذریعے یہ حکم نازل کیا ہے کہ تم ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جس نے اپنا رُخ اللہ ہی کی طرف کیا ہوا تھا، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ سنیچر کے دن کے احکام تو ان لوگوں پر لازم کیے گئے تھے جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا تھا، اور یقین رکھو کہ تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں لوگ اختلاف کیا کرتے تھے۔

سورۃ النحل (آیات نمبر 120 تا 124)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جزاک اللہ، السلام علیکم۔ چھٹی کی درخواستیں۔ سینیٹر دنیش کمار صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 20 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد اکرم صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 9 تا 13 جون اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر مولانا فیض محمد صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 15 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Order No. 2. Further consideration of the following motion moved by Senator Mohammad Ishaq Dar, Minister for Finance and Revenue, on 9th June, 2023:-

> "That the Senate may make recommendations to the National Assembly on the Finance Bill, 2023, containing the Annual Budget

Statement, as required under Article 73 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan."

(مداخلت)

جناب چیئرمین: سینیٹر صاحب، تشریف رکھیں۔ یہ نئی بات تو نہ کریں، میری عرض ہے، میں درخواست کرتا ہوں۔ میں آپ کو وقت دیتا ہوں، شروع تو کریں۔ میری گزارش ہے کہ آپ دو منٹ تشریف رکھیں۔ بالکل House of the Federation ہے، اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ آپ جو کہیں، کھڑے ہو جائیں کہ وہی کہنا ہے۔ معزز سینیٹر شفیق ترین۔

(مداخلت)

Further discussion on the Finance Bill 2023-24

جناب چیئرمین: میں آپ کو موقع دیتا ہوں، تشریف رکھیں، سینیٹر بہرہ مند خان تنگی صاحب تشریف رکھیں، آپ کیوں بول رہے ہیں، بہرہ مند صاحب تشریف رکھیں، آپ تشریف رکھیں میں آپ کو بعد میں وقت دوں گا، جی شفیق ترین صاحب۔

Senator Sardar Muhammad Shafiq Tareen

سینیٹر سردار محمد شفیق ترین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا، یہ ایک روایت رہی ہے کہ جب بھی بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو اس طرف بیٹھے ہوئے لوگ تعریف کرتے ہیں اور اس طرف کے لوگ بجٹ پر تنقید کرتے ہیں، ہم اس coalition government کا حصہ ہیں، موجودہ حالات میں جو بجٹ پیش کیا گیا، مجموعی طور پر جو ملک میں معاشی صورتحال تھی، اس حالت میں تو ایسا ہی بجٹ پیش کیا جا سکتا تھا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ دلوانا چاہتا ہوں، سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔ مجموعی طور پر جو مہنگائی ہوئی اس حساب سے تو کم ہیں لیکن پھر بھی ان کو ایک آسرا تو ہوا، pensioners کو کچھ relief تو ملا، جناب چیئرمین! ہم اس حکومت کا حصہ ہیں لیکن ہمیں بجٹ میں۔۔۔

جناب چیئرمین: مشتاق صاحب ایسے نہ کریں، تشریف رکھیں۔

سینیٹر سردار محمد شفیق ترین: اس بجٹ میں ہمارے جو پشتون اضلاع ہیں، ان کے لیے نہ کوئی بڑا package دیا گیا ہے نہ کسی mega project میں کوئی حصہ دیا گیا ہے، جناب چیئرمین!

سیلاب کے بعد ہمارے جو علاقے affected تھے، ان کے لیے ہم نے وزیر اعظم صاحب سے request کی تھی جو ہمارے dams ٹوٹ گئے تھے اور۔۔۔

جناب چیئرمین: سینیٹر افنان اللہ خان صاحب آپ جا کر سینیٹر مشتاق صاحب کو لے کر آئیں۔

سینیٹر سردار محمد شفیق ترین: ان کی rehabilitation کے لیے بھی water resources میں کچھ بھی رقم نہیں رکھی گئی جناب چیئرمین! 2019 میں بلوچستان حکومت نے COMSATS University کے لیے تقریباً 150 ایکڑ زمین دی تھی، تقریباً دو تین سالوں سے ہم recommendations دیتے آرہے ہیں کہ یونیورسٹی کے لیے پیسے دیے جائیں۔۔۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے کچھ ممبران نے واک آؤٹ کیا)

سینیٹر سردار محمد شفیق ترین: یہ approved scheme ہے لیکن اس کے لیے بھی کوئی پیسے نہیں رکھے گئے۔ جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہے کہ بلوچستان میں۔۔۔

جناب چیئرمین: دنیش آپ بھی جائیں اپنے ساتھیوں کو لے کر آئیں، جی۔

سینیٹر سردار محمد شفیق ترین: ہمارے بلوچستان کے جو زرعی زمیندار ہیں، وہ پہلے خشک سالی سے کافی زیادہ متاثر ہوئے تھے، اب سیلاب نے رہی سہی کسر پوری کر دی، اس کے لیے بلوچستان حکومت نے ایک project propose کیا تھا کہ بجلی کے جو زرعی ٹیوب ویل ہیں ان کو سولر پر منتقل کرنا تھا لیکن اس کے لیے بھی Planning Commission میں PC-I پڑا ہوا ہے، ہم نے سنا تھا اس کے لیے پیسے بھی رکھے ہیں لیکن اس کا PSDP میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے 1300 billion rupees اپنے پاس رکھے ہیں، ہماری گزارش ہے بلوچستان کے جو ٹیوب ویل ہیں ان سب کو سولر پر منتقل کیا جائے، فیڈرل حکومت بلوچستان کو subsidy بھی دے رہی ہے اس میں بھی پیسے ضائع ہو رہے ہیں، ہمارے energy کے جو crises ہیں اس میں بھی مدد ہو جائے گی۔ جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہے کہ سینیٹ سے recommendations تو لے لی جاتی ہیں لیکن سینیٹ کی one percent recommendations بھی consider نہیں کی جاتیں، یہ جان بوجھ کر اس طرح کیا جاتا ہے اگر سینیٹ کی recommendations کو یہ لوگ consider کریں گے تو ہمارے چھوٹے صوبے بڑے صوبوں کے برابر آجائیں گے لیکن وہ لوگ نہیں چاہتے کہ ہم ان کے برابر آئیں۔ جناب چیئرمین! اس

کے علاوہ سیلاب میں جو ڈیم ٹوٹ گئے تھے، اس کے لیے ہم نے وزیر اعظم صاحب سے request کی تھی انہوں نے water resources میں کافی پیسے بھی رکھے ہیں، بلوچستان میں جو ڈیم ٹوٹے ہیں وہ اسی طرح پڑے ہوئے ہیں، ان کے لیے کچھ رقم دی جائے۔ جناب چیئرمین! ہمارا جو زرعی بینک ZTBL ہے، بلوچستان کے زمینداروں کے ذمہ تقریباً تین ارب روپے ہیں، اس پر تقریبا پانچ سال پہلے سینیٹ میں قرارداد بھی پیش کی گئی تھی، قرارداد پاس بھی ہوئی تھی، ہمارے جو زمیندار ہیں ان پر جو زرعی بینک کے قرضے ہیں، ان کے پاس اتنے پیسے نہیں ان کا قرضہ بھی معاف کیا جائے، بے چارے بوڑھے لوگ ہوتے ہیں، کسی پر دو لاکھ روپے ہیں، کسی پر تین لاکھ روپے ہیں، پانچ لاکھ روپے سے اوپر کسی کا بھی case نہیں ہے یہ زرعی قرضے اگر آپ اس میں ڈال دیں کہ بلوچستان کے زمینداروں کے معاف کیے جائیں تو ان کی بہت بڑی مدد ہوگی۔ جناب چیئرمین! دوسری بات، پچھلی حکومت میں Southern Balochistan کے نام سے ایک ترقیاتی package کا اعلان کیا گیا تھا، اس میں کچھ منصوبے شامل تھے اور ان پر کچھ کام بھی شروع ہوا تھا۔ اس حکومت میں بھی ان projects کے لیے پیسے دیے گئے ہیں لیکن اس میں ہمارے جو پشتون اضلاع ہیں، جو Northern Balochistan میں آتے ہیں، ان کے لیے کوئی ترقیاتی package نہیں دیا گیا ہم نے پچھلے سال بھی گزارش کی تھی کہ اسی طرح ایک package Northern Balochistan کو بھی دیا جائے لیکن وہ بھی نہیں دیا گیا۔ ہماری جو پرانی on-going schemes تھیں، ان کے لیے کہیں allocation 2% رکھی گئی ہے کہیں پر 10% رکھی گئی ہے، 10% سے زیادہ کسی بھی project کے لیے allocation نہیں دی گئی۔ جناب چیئرمین! ہمارے بلوچستان کے جو projects on-going تھے، ہماری ایک BUITEMS university جو ژوب کے علاقے مسلم باغ میں تھی، اس کے لیے بہت معمولی رقم رکھی گئی ہے، اس کے لیے allocation زیادہ کی جائے، لورالائی سپیرہ راغہ روڈ، ایک پرانا روڈ ہے اس پر کام ہو رہا تھا لیکن کوئی 10 , 8 سالوں سے وہ تعطل کا شکار ہے اس کی cost escalation کے لیے PC-I جمع ہوا ہے وہ بھی اسی طرح پڑا ہوا ہے، 8,10 سالوں سے روڈ بند پڑا ہوا ہے، اس کے لیے اگر cost escalation کی approval دی جائے تو بقایا کام complete ہو جائے گا۔ ژوب- ڈیرہ اسماعیل خان transmission line بلوچستان coastline سے

connect کرنے کے لیے ایک بجلی کا منصوبہ تھا، اس کے لیے پیسے نہیں رکھے گئے اس کے لیے پیسے رکھے جائیں اور گزشتہ کئی سالوں سے جو ہمارے پرانے projects چل رہے ہیں، ہر project کو کسی کو پانچ سال ہوگئے ہیں، کسی کو دس سال ہوگئے ہیں، ان کو اگر پوری allocation دی جائے تو ہمارے یہ project complete ہو جائیں گے، شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: وزیر مملکت برائے قانون۔

سینیٹر شہادت اعوان (وزیر مملکت برائے قانون): جناب چیئرمین! آج بڑی خوشی کا مقام ہے کہ اس ایوان کا ایک سینیٹر سندھ سے کراچی کا میئر منتخب ہوا ہے، میں اس ایوان کی طرف سینیٹر مرتضیٰ وہاب صاحب کو مبارک باد دینا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ، معزز سینیٹر سیف اللہ ابڑو، معزز سینیٹر سیف اللہ ابڑو صاحب، سینیٹر ہدایت اللہ خان صاحب۔

Senator Hidayatullah Khan

سینیٹر ہدایت اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین!

جناب چیئرمین: میں نے کہا اس کے گاؤں کا نام تنگی ہے، میں نے کہا قوم کو تنگ نہ کرو، آرام سے بیٹھ جاؤ۔

سینیٹر ہدایت اللہ: جناب چیئرمین! اس وقت پاکستان انتہائی سخت معاشی حالات سے گزر رہا ہے یہ تو اسحاق ڈار اور ان کی team کی مہارت اور تجربے کی بنا پر ممکن ہوا جو آج ہم یہ بجٹ دیکھ رہے ہیں۔ جناب اسحاق ڈار صاحب نے بہت محنت سے کام کرکے بڑے مشکل حالات میں یہ بجٹ بنایا ہے اور ہم اس پر ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں حالانکہ پچھلی حکومت نے IMF کے ساتھ معاہدے میں تاخیر کرکے اس ملک کو نقصان پہنچایا اور پھر ہمارے لیے غلط معاہدے چھوڑ کر چلے گئے۔ دوسری طرف خزانہ خالی چھوڑا اور قرضے کی واپسی کی وجہ سے ہمیں آج یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔ عوام بھی مصیبت اور تکلیف میں ہیں۔ جناب چیئرمین! ایسے حالات میں متوازی بجٹ پیش کرنا بہت مشکل تھا جو کہ اسحاق ڈار صاحب نے کرکے دکھایا۔ لیکن میں کچھ تجاویز دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جناب چیئرمین! ایک طرف تو ہم خوش ہیں کہ تنخواہ دار طبقے کو 30 اور 35 فیصد increase مل گیا

اور دوسری طرف pensionوالوں کو بھی کچھ رعایت ملی ہے۔ لیکن دیہاڑی دار مزدور کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا جس کی زیادہ سے زیادہ تنخواہ آٹھ سو یا ہزار روپے ہوتی ہے۔ تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان آٹھ سو یا ہزار روپے میں وہ اپنے پورے خاندان کی کفالت کیسے کرے گا۔ یہ بہتر ہے کہ بجٹ میں ان کے لئے کوئی تجاویز لائی جائیں کیونکہ مہنگائی بہت زیادہ ہے اور اشیائے خورونوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ اور دوسری طرف جتنے بھی utility bills ہیں میرے خیال میں وہ لوگ جمع کروانے سے معذور ہو چکے ہیں۔ تو اس کے لئے کوئی بندوبست ہونا ضروری ہے اور اس ملک میں ایسے لوگ جو اس وقت تکلیف میں ہیں ان کی تعداد چند نہیں بلکہ کروڑوں میں ہے۔

جناب چیئرمین! اشیائے خورونوش کی قیمتیں کم کی جائیں، utility bills میں ان کو خصوصی رعایت دی جائے۔ خاص طور پر میں خیبر پختونخوا کے لئے تجویز کروں گا کہ صوبہ پچھلے 40 سال سے دہشت گردی کا شکار تھا اور ابھی تک ہے۔ زیادہ تر بجلی بھی اسی صوبے کی پیداوار ہے۔ لہٰذا میری تجویز ہے کہ اس صوبے کے غریب عوام جو 200 unit تک بجلی خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے 200 unit free بجلی فراہم کی جائے۔

(مداخلت)

سینیٹر ہدایت اللہ خان: نہیں جی، 500 unit تک بجلی پھر مالداروں تک جائے گی۔ میں غریبوں کی بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی حاجی صاحب، بہت مہربانی۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: اور گیس میں بھی ان کو کوئی خاطر خواہ رعایت دی جائے۔ دوسرا یہ کہ فاٹا کے ضم شدہ اضلاع کے ساتھ جو وعدے کیے گئے تھے ان کو پورا کیا جائے۔ 100ارب کے بجائے 57ارب روپے دینا، یہ زیادتی ہے۔ کیونکہ جب صوبے کے ساتھ انکو merge کرتے وقت آئین میں ترمیم کرلی، اس وقت انہوں نے 100ارب روپے کا وعدہ کیا تھا کہ ہر سال انہیں ملے گا۔ ابھی 57 ارب رکھا ہے تو یہ زیادتی ہے۔ دوسرا یہ کہ NFC award میں ان کے ساتھ 3 فیصد کا بھی وعدہ ہوا ہے، وہ بھی ابھی تک نہیں ملا۔ تقریباً 5 سالوں میں ان کے 500ارب روپے بنتے ہیں۔ پہلے یہ بتائیں کہ یہ 500ارب تو انہوں نے issue اور release نہیں کیے اور اگر release کیے ہیں تو وہاں پر کسی نے utilize نہیں کیے۔ اگر utilize کیے ہیں تو کم از

کم آدھے سے زیادہ خورد برد ہو چکے ہیں۔ تو میں اس ایوان کی وساطت سے اداروں کو یہ درخواست کروں گا کہ ان کا حساب کتاب کیا جائے کہ یہ پیسے کہاں گئے۔ FATA میں تو یہ کہیں نظر نہیں آتے۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ اس کا حساب دیں اور جو لوگ اس میں ملوث ہیں ان کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

جناب چیئرمین! اب تک پچھلے 4 سال میں جو رقم بھی خرچ ہوئی اس کا audit اس لئے ضروری ہے کہ آپ گواہ ہیں کہ ہماری Senate Committees میں ایسی کافی رقم نکل چکی ہے جو قومی خزانے میں جمع بھی ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ حکومتی اقدامات کی وجہ سے جو petrol اور diesel میں کمی آ رہی ہے اس کے ثمرات براہ راست عوام تک پہنچنے چاہئے ہیں کیونکہ ایسے اڈہ والے موجود ہیں جو من مانی کرکے کرائے کو اوپر لے جاتے ہیں اور نیچے نہیں لاتے۔ تو میری یہ تجویز ہے کہ تمام Deputy Commissioners کو اس بارے میں ہدایات جاری کی جائیں کہ اس کا notice لیں اور ہر ایک route کے لئے الگ الگ کرایہ مقرر کرے اور کرایہ نامہ باقاعدہ وہاں پہ لوگوں کے پاس ہونا چاہئے تاکہ من مانی ختم ہو سکے۔ دوسرا یہ کہ اشیائے خورو نوش میں بھی کرایوں کی وجہ سے کمی آ جاتی ہے تو ان کا بھی نرخ نامہ وہاں پہ آویزاں ہونا چاہئے ہے اور اس کا فائدہ براہ راست عوام کو ملنا چاہیے ہے۔

جناب چیئرمین! اس وقت مالاکنڈ division کی tax معافی policy کو مزید 5 سال کے لئے توسیع دی جائے کیونکہ یہ division بہت پسماندہ ہے اور پہلے بھی ان کے ساتھ وعدے کیے گئے ہیں اور وہاں پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر tax لگ سکے۔ اگر کوئی factory وہاں پہ لگے اور اس پر tax معاف نہ ہو تو وہاں پر سارے لوگ بے روزگار ہو جائیں گے۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب، ایک سال کی چھوٹ دے دی ہے government نے۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: تو ایک سال کم ہے جی۔ 5 سال کے لئے دیں۔ سال سال کیا دوبارہ کریں گے۔ قرضوں کی معافی اور بقایا جات کی وصولی کے لئے سخت ترین اقدامات کیے جائیں۔ حکومتی اخراجات میں کمی لائی جائے۔ customs اور income tax وصولی کی کوتاہی پر متعلقہ افسران کے خلاف سخت کاروائی کی جائے اور اس کے لئے audit report دیکھی جائے۔ سرکاری گاڑیوں کے استعمال کی policy کی نظرثانی کی جائے اور گاڑیوں کے استعمال کو کم سے کم کیا جائے۔ بجلی

کی چوری اور غفلت کے مرتکب افسران کے خلاف کارروائی کی جائے کہ کیوں یہ غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دوسرا پختونخوا اور ضم شدہ اضلاع میں صرف شدہ رقم کی enquiry کا تو میں نے کہہ دیا ہے۔

جناب چیئرمین: thank you sir بہت مہربانی حاجی صاحب۔ آج پہلی دفعہ آپ اتنا کم بولے ہیں، اس پر بھی سارے بہت خوش ہیں۔ ڈاکٹر کرمانی صاحب تو بہت خوش ہیں۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جناب میرے 3 منٹ تو ابھی باقی ہیں۔ جناب چیئرمین! مختلف محکموں کے پاس اربوں روپے پڑے ہیں۔

جناب چیئرمین: ان کا کیا کریں؟

سینیٹر ہدایت اللہ خان: موجودہ معاشی حالات میں یہ رقم بھی حکومت استعمال میں لائے جن میں پاکستان کرکٹ کنٹرول بورڈ، پاکستان Olympic association and US fund for Ministry of IT کے پاس جو رقم پڑی ہے، وہ اس کو استعمال میں لائے۔ petrol, diesel میں کمی کی گئی لیکن اشیائے صرف کی قیمتوں میں کمی نہیں ہوئی اور عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ حکومتی اہداف کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ zero tax اشیاء، سیمنٹ، چینی، گھی، گندم برآمدات کے زر مبادلہ آنے کی enquiry اور تصدیق کی جائے۔ جو چیزیں باہر بھیجتے ہیں ان کی تو rebate لیتے ہیں لیکن باہر سے واپس currency نہیں آتی۔ اس کا پورا حساب کتاب کیا جائے۔ دوسرا میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا اور اس ملک کا سب سے بڑا ایک مسئلہ ہے، وہ سودی نظام ہے۔ اگر ہم سود کو ختم کرنے کے لئے کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ یہ ملک آگے ترقی کرے گا۔ کیونکہ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ کوئی بھی جنگ نہیں جیت سکتا۔ تو ہمارا براہ راست عقیدہ ہے کہ اگر سودی نظام ختم ہو جائے تو ایک طرف تو اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ختم ہو جائے، دوسرا ہمارے لئے فائدہ ہے کہ (سورۃ طٰہٰ- 124)(عربی) ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

تو اس سے بچنے کے لئے میرے خیال میں یہ تجویز اچھی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسحاق ڈار صاحب نے بہت اچھے کارنامے کیے ہیں لیکن ایک کارنامہ یہ کرکے دکھائے کہ ہم سودی نظام سے

بچ جائیں۔ ویسے بھی جب اس ملک میں لوگوں نے اگر کوئی کام کیا ہے تو ان کو صلہ بھی نہیں ملا۔ بھٹو صاحب نے ایٹم بم کا منصوبہ بنایا، نواز شریف صاحب نے اس کو عملی جامہ پہنایا، عبدالقدیر صاحب ہمارے ہیرو تھے لیکن بھٹو صاحب کو پھانسی پر لٹکایا گیا، نواز شریف صاحب کو ملک بدر کر دیا گیا اور عبدالقدیر کا جب جنازہ ہو رہا تھا تو ملک کا وزیر اعظم یا کسی اعلیٰ آدمی نے اس کے جنازے میں جانا گوارا نہیں کیا۔ اس ملک میں ان کی قدر نہیں ہے۔ بہر حال اللہ ان شاء اللہ ان کو اجر دے گا۔

جناب چیئرمین: thank you حاجی صاحب۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: آخر میں یہ ایک عرض کروں گا۔

جناب چیئرمین: 10 منٹ ہو گئے۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: روسی تیل کے حوالے سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے رہبر خان عبدالولی خان نے آج سے تیس سال پہلے اس بارے میں پیشین گوئی کی تھی کہ ہمیں اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے چاہییں کیونکہ اس میں ہمارا فائدہ ہے۔ آج یہ بات ثابت ہوئی کہ پچھلے سال ہم ماسکو گئے تھے اور میں نے floor of the House یہ بات بتائی تھی۔ وہاں جا کر ہمیں بہت سی باتوں کی سمجھ آئی، ان کے بارے میں جو لوگ باتیں کر رہے تھے وہ سب ہمیں پتا چل گیا کہ وہ سب باتیں جھوٹ تھیں۔ لوگوں نے ان کے بارے میں غلط باتیں بنائی تھیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہمیں کہتے ہیں (عربی) کہ تم زمین پر پھرو اور ہر جگہ جاؤ اور دیکھو کہ جھوٹ والے کیا باتیں کرتے ہیں۔ ہم اللہ کے حکم کے مطابق الحمدللہ گئے تو ہمیں پتا چلا کہ وہاں پر ایسے حالات نہیں ہیں۔ آپ لوگ بھی ابھی جس route سے آزربائیجان گئے تھے، وہاں سے افغانستان ہم سے ملتا ہے، اگر آپ لوگوں نے وہاں کا tour لگایا ہے جو بہت ہی خوشی کی بات ہے، اسی طرح اگر ہمارے ان کے ساتھ تعلقات بڑھتے رہے تو وہ ہمیں گندم، تیل، fertilizers اور گیس بھی دیں گے اور یہ چاروں ہماری ضرورت کی چیزیں ہیں۔ میں آخر میں اپنے ولی بابا کے لیے شعر پڑھتا ہوں:

(پشتو)

"میں اپنی محبوبہ کا علیحدگی میں ذکر کرتا ہوں کہ جب وہ آپ کو یاد کر کے رویا کرتی تھی۔" میرے خیال میں انہوں نے بھی ہمارے لیے بہت کچھ سوچا تھا لیکن شاید ہمیں اس بات کا ادراک نہیں ہوا اور اس وجہ سے آج ہم سود در سود قرضوں میں پھنستے رہے۔ ہمارے لیے یہ راستے کھلے ہوئے ہیں جس میں

چین ہے، افغانستان، ایران، سعودی عرب اور خصوصی طور پر روس ہے، اس لیے ہماری حکومت اس چیز پر عمل کرے گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: معزز سینیٹر مشتاق احمد صاحب، پارلیمانی لیڈر، جماعت اسلامی۔ سینیٹر مشتاق صاحب، سینیٹر مشتاق صاحب نہیں ہیں۔ سینیٹر دنیش کمار۔ آج سب کو موقع ملے گا۔

Senator Danesh Kumar

سینیٹر دنیش کمار: جناب چیئرمین! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا میں پاکستان کی اقلیتوں کے حوالے سے، بلوچستان اور سینیٹ کے حوالے سے میں بجٹ پر بات کرنا چاہ رہا ہوں۔ سب سے پہلے تو ہمیں اتنی لمبی چوڑی کتابیں دی گئی ہیں جنہیں ہم پڑھ نہیں سکتے ہیں۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے اراکین ایوان میں واپس تشریف لائے)

جناب چیئرمین: Welcome madam, آیئے۔

سینیٹر دنیش کمار: دوسری بات یہ کہ motion میں لکھا ہے کہ that the Senate may make recommendations to the National Assembly on the Finance Bill, 2023 under Article 73. جناب عالی! میں ایک حقیقت آپ کے گوش گزار کرنا چاہ رہا ہوں، یہ میرا تیسرا بجٹ ہے، دو بجٹ اجلاسوں میں تو PSDP books اٹھا کر ہم نے کہا ہم اپنے بلوچستان کا بھلا کریں، ہم نے Standing Committee on Planning & Development میں جا کر بڑی recommendations دیں۔ میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ اس مرتبہ ہمارا کوئی سینیٹر Planning & Development کی کمیٹی میں نہیں آیا، کمیٹی کے چیئرمین تشریف رکھتے ہیں، وہ اس لیے نہیں آئے کیونکہ ہماری تجاویز کو ردی کی ٹوکری میں پھینکا جاتا ہے، یہ ہماری تذلیل ہے۔ آپ ریکارڈ چیک کر لیں، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اس حکومت میں ایسا ہوتا ہے، آپ پچھلے پانچ سال کا ریکارڈ دیکھ لیں کہ سینیٹ سے Planning & Development کے لیے جتنی بھی recommendations گئی ہیں ان میں سے ایک بھی منظور نہیں ہوئی ہے۔ یہ ہمارے لیے شرم کا مقام ہے اگر جناب چیئرمین آپ اس پر کارروائی نہیں کریں گے کیونکہ آپ custodian

of the House ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس پر آپ کی طرف سے ruling آنی چاہیے کیونکہ اگر اس طرح سے ہمارے ساتھ سنگین مذاق کیا جاتا ہے تو پھر ہمارے یہاں بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! یہ میرا تیسرا بجٹ اجلاس ہے، جب بھی بجٹ آتا ہے تو حکومت کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بہترین بجٹ ہے، عوام دوست بجٹ ہے اور اپوزیشن کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ بہت ہی خراب اور عوام دشمن بجٹ ہے، میں یہی سنتا آ رہا ہوں مگر میں کافی عرصے سے دیکھ رہا ہوں جتنی بھی حکومتیں آ رہی ہیں، پاکستان کا کوئی نہیں سوچ رہا ہے۔ ہر حکومت اپنا وقت پورا کرنے کے لیے آتی ہے، اس طرح کا بجٹ پیش کرتی ہے کہ پاکستان پر قرضوں پر قرضے اور سود پر سود چڑھتا جا رہا ہے مگر کوئی بہتری نہیں ہو رہی ہے۔ میں آپ کو مختصراً بتاؤں کہ جب میں نے بجٹ تقریر پڑھی اور جب بجٹ دیکھا تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں بہت پریشان ہوں کیونکہ پاکستان کا مستقبل تباہ کیا جا رہا ہے۔ سود پر سود دیا جا رہا ہے اور قرضوں پر قرضے لیے جا رہے ہیں، قرضوں پر سود کی ادائیگی کے لیے بھی مزید قرضے لیے جا رہے ہیں۔

اس مرتبہ کہا گیا ہے کہ FBR کا revenue 9200 ارب روپے ہو گا اور non-tax محصولات 2963 ارب ہوں گے، یہ ٹوٹل 12163 ارب ہوئے۔ اس میں سے 5276 ارب روپے صوبوں کو حصہ جائے گا، بقایا وفاق کی آمدنی 6887 ارب روپے ہو گی۔ آپ کو معلوم ہے کہ وفاق کی آمدنی 6887 ارب روپے ہے اور اس مالی سال میں سود کی مد میں ہمیں 7303 ارب روپے دینے ہیں جو کہ وفاق کی آمدنی سے بھی زیادہ ہے۔ مجھے حیرانگی ہے کہ جب یہ سود کی مد میں جائیں گے تو PSDP کی مد میں 950 ارب روپے رکھے ہیں، دفاع میں 1804 ارب رکھے ہیں، وفاقی حکومت کے لیے 704 ارب رکھے ہیں، پنشن کے لیے 761 ارب روپے رکھے ہیں، بجلی اور گیس کی subsidy کے لیے 1074 ارب روپے رکھے ہیں، grants کے لیے 1464 ارب روپے رکھے ہیں، جس میں سے PIA and Railways کا خسارہ دینا ہے، اسی طرح سے ٹوٹل اخراجات کا تخمینہ 14460 ارب روپے لگایا گیا ہے اور خسارہ 7573 ارب روپے ہو گا۔ میرا سوال تھا کہ یہ خسارہ کیسے پورا کیا جائے گا اس کا جواب بھی اس بجٹ میں دیا گیا ہے۔ کہا گیا کہ بیرون ملک سے ہم 2527 ارب روپے قرضہ لیں گے، اندرون ملک سے 5031 ارب روپے قرضہ لیں گے اور

privatization سے 15 ارب روپے ملیں گے۔ میں حیران ہوں کہ یہ شیطانی چکر کہاں جا کر رکے گا۔ قرضوں پر قرضے لے کر ہم اپنی معیشت اور ملک کو ڈبوتے جائیں گے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو ایک دلچسپ بات بتاتا ہوں کہ اگر ہم صرف سود کی مد میں ادائیگی کرتے ہیں تو ہمیں دفاعی بجٹ کے لیے بھی قرضہ لینا پڑے گا۔ میں ایک نہایت ہی اہم انکشاف کرنے جا رہا ہوں کہ اس مرتبہ کس کے کہنے پر یہ مجھے معلوم نہیں کہ ہمارے دفاعی بجٹ میں 20 سے 22 فیصد کٹوتی کی گئی ہے۔ یہ شاید کسی کو پتا نہ ہو۔ اس کا میں آپ کو ثبوت دیتا ہوں کہ پچھلے سال 7.78 billion dollars ہمارا دفاعی بجٹ تھا، اس سال وہ 6.26 billion dollars ہو گا۔ 1.5 billion dollars ہمارے دفاعی بجٹ میں کمی ہوئی ہے۔ مجھے آپ یہ بتائیں کہ جب ہم civil employees کی تنخواہیں 35% بڑھاتے ہیں تو کیا ان فوجیوں کا حق نہیں ہے جو ہمارے بارڈروں اور ریگستانوں میں جاتے ہیں، جو ہمارے مستقبل کے لیے لڑ رہے ہیں۔ یہ بہت بڑا clash ہو گا جب ہمارے فوجی حضرات دیکھیں گے کہ یہاں پر ایک ڈرائیور کو 60-50 ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے اور ایک بے چارے فوجی کو 32-30 ہزار روپے ملتے ہیں، اسی طرح سے آپ دیکھیں کہ کم سے کم اجرت 32 ہزار روپے رکھی گئی ہے، پہلے یہ 25 ہزار ہوتی تھی مگر آپ مجھے بتائیں کہ آج تک کبھی اس پر عمل درآمد ہوا ہے؟ نہیں ہوا، بالکل نہیں ہوا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جو مل مالکان ہیں، کراچی میں یا بلوچستان میں انڈسٹری مالکان ہیں، آپ کہیں بھی پرائیویٹ شعبے میں جائیں تو وہ بے چارے مزدوروں کو 17 ہزار روپے بھی نہیں دیتے، صرف 15 ہزار روپے دیتے ہیں جبکہ حکومت کہہ رہی ہے کہ کم سے کم 32 ہزار روپے اجرت مقرر کی گئی ہے۔

مجھے کراچی ائیرپورٹ پر حیرانگی ہوئی، وہاں پر جو پرائیویٹ کمپنیوں کے مالکان کی دکانیں ہیں جو sweets بیچتے ہیں، میں نے وہاں پر موجود ملازمین سے پوچھا کہ آپ کی کتنی اجرت ہے تو وہ لوگ رو پڑے اور بتایا کہ جناب ہماری دس دس سال نوکریاں ہو گئی ہیں اور ہماری تنخواہ صرف 20 ہزار روپے ہے۔ جناب چیئرمین، سرکاری ملازمین، پرائیویٹ ملازمین اور فوجیوں کی تنخواہوں میں یہ عدم توازن ہمارے لیے بہت جنجال ہو گا، لوگوں میں نفرت پھیلے گی، ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہے۔

جناب! زرعی قرضے 18 ارب سے بڑھا کر 2250 ارب روپے کیے گئے ہیں مگر مبینہ طور پر بلوچستان کو اس میں بھی نظر انداز کیا گیا ہے۔ زرعی قرضوں کے حوالے سے بلوچستان کو نظر

انداز کیا گیا ہے۔ ہمارے جو tube wells ہیں ان کے لیے کہا گیا ہے کہ 50000 tube wells کو شمسی توانائی پر منتقل کر رہے ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بلوچستان کو اس معاملے میں بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ خرم دستگیر صاحب کل فرما رہے تھے کہ بلوچستان کو tube well subsidy کی مد میں 55ارب روپے دیں گے، مجھے حیرانی ہوئی کہ 55ارب روپے حالانکہ 17 ارب روپے دے رہے ہیں، 55 ارب ہر سال دے رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ معمولی سی myth ہے آپ ان کو پیسے نہ دیں ان کو شمسی توانائی پر منتقل کر دیں، آپ کی بھی جان چھوٹ جائے گی اگلے سال آپ کو نہیں دینے پڑیں گے۔ جناب! 60%-40% ratio ہے یہ سب کچھ Wapda and Desco company کی جیب میں جا رہے ہیں، حرام کی کمائی کھا رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ سارے پیسے بلوچستان کے tube wells کو جاتے ہیں۔ میں آپ کو حقیقت بتاؤں کچھ بھی نہیں جاتا، وہاں پر tube wells کو total 3 hours electricity ملتی ہے۔ یہ ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے اس کے اوپر بھی توجہ دی جائے۔

بہت اچھی بات ہے کہ Prime Minister Youth Programme start کیا گیا ہے میں مبارک باد پیش کرتا ہوں، اسی طرح سے Benazir Income Support Programme کو 450ارب تک بڑھایا گیا اس کی بھی میں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہماری جتنی بھی export ہے اتنا ہی پاکستانی بیرون ملک سے remittances بھیجتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ان کے لیے اب تو diamond card start کیا گیا ہے یہ اچھی چیز ہے لیکن ان میں اعتماد کی کمی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پیسے ٹھیک جگہ استعمال کیے جائیں اور جو banking sector and hawala/hundi میں exchange rate کا فرق ہے اس کو ختم کیا جائے تاکہ زیادہ پیسے آئیں۔

جناب چیئرمین! اب میں آتا ہوں PSDP کی طرف یہ کتاب ہے، اس کتاب میں میں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے کہ بہت سی schemes DDWP, CDWP ایکنک سے منظور شدہ نہیں ہیں، منظور شدہ نہیں ہیں لکھا ہوا ہے۔

Planning Commission under process کی جو guideline ہے اس میں clearly لکھا ہوا ہے کہ جب تک forum سے scheme approve نا ہوں تب تک

وہ PSDP book میں نہیں آسکتیں۔ جناب! میں آپ کو بتا رہا ہوں یہ عدالت میں challenge ہو گا اور کسی کی بھی scheme نہیں ہو گی، یہ میری بات یاد رکھیں کیونکہ آپ جہاں بھی دیکھیں گے under process لکھا ہو گا، میں یہ پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ احسن اقبال صاحب بہت بڑے Professor ہیں ہمارے لیے قابل احترام ہیں مگر وہ اس چیز کو نہیں سمجھ سکے بہت افسوس کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: دنیش صاحب بہت شکریہ۔ پارلیمانی لیڈر دس منٹ کے بعد بیٹھ جاتے ہیں آپ مہربانی کریں، wind-up کریں۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب! Wind-up کرتا ہوں۔ بلوچستان کی schemes کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: بلوچستان کی schemes کی بات نہیں ہے باقی بھی بات کریں گے آپ wind-up کریں۔ شکریہ۔

سینیٹر دنیش کمار: باقی سب نے گھنٹہ گھنٹہ بات کی ہے۔

جناب چیئرمین: دنیش! Wind-up کریں میری گزارش ہے۔

سینیٹر دنیش کمار: جناب چیئرمین! مجھے پانچ منٹ تو دیں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ National Highway Authority میں 1682 ارب روپے کا throw forward ہے اور اس دفعہ 157 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اگر پچھلی schemes بھی ہم مکمل کریں اس کے لیے بھی 20 سال لگ جائیں گے پتہ نہیں کس طرح سے یہ budget بنایا گیا ہے۔ بلوچستان کے لیے جتنی بھی schemes ہیں میں جلدی جلدی آپ کو بتاتا ہوں

Zhob to Kuchlak CPEC road, Quetta Western bypass Ziarat, Kech Mor, Awaran, Jhal Jhao, Jhal Jhao- Bela Section, Harnai, Construction of Dera Murad Jamali bypass, Khuzdar, Kuchlak, construction of Basima to Khuzdar, dualization and improvement of N95, Kacchi Canal.

جناب! آپ یقین جانیں میں حلفیہ نہیں میں آپ کو proof دیتا ہوں ان schemes کے لیے کہیں 5% اور کہیں 10% مختص کیے گئے ہیں۔ یہ schemes complete ہونے میں 10 to 15 years لگ جائیں گے۔ ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے اس پر توجہ دیں اس بارے میں سنجیدگی سے سوچیں۔

احسن اقبال صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے سب سے زیادہ schemes بلوچستان کی دی ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کے forum سے ان کو challenge کرتا ہوں کہ اس PSDP کی کتاب میں سب سے کم صرف بلوچستان کا نام ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ allocation صرف 2017 ,2% ,3% ,5% سے ہماری schemes دربدر ہو رہی ہیں مگر ابھی تک ان پر 20% بھی کام نہیں ہوا۔ میں آپ کو صرف ایک sector کے بارے میں بتا رہا ہوں، تمام sectors کے بارے میں بات کرنے کا آپ مجھے وقت نہیں دے رہے ورنہ میرے پاس ساری تفصیلات ہیں۔

میں اب بہت اہم چیز کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں، خونی شاہراہ جو کراچی سے چمن تک ہے جس نے بہت سے معصوم لوگوں کی جانیں لی ہیں، کتنی عورتوں کو بیوہ کر دیا، کتنے بچوں کو یتیم کر دیا مگر اسلام آباد کے حکمرانوں کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی۔ اس کے لیے total 5% allocate کیا گیا ہے، میرے لیے یہ رونے کا مقام ہے۔ آج تک بلوچستان میں کوئی mega project start نہیں کیے گئے صرف مشرف کے زمانے میں Coastal Highway بنی تھی اس کے بعد بلوچستان میں کوئی mega project start نہیں ہوا۔ Motorway کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، بلوچستان کے لوگ اپنی قسمت کو روئیں۔ دہشتگردی کے اتنے واقعات نہیں ہوئے ہوں گے جتنے اس خونی شاہراہ کی وجہ سے ہمارے نوجوان اپنی جانوں سے گئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ان ایوانوں میں ہماری آوازیں کیوں نہیں سنی جاتیں۔

احسن اقبال صاحب! اگر آپ نے ان چیزوں کو اپنے دور میں نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف نہیں کریں گے، بلوچستان کے لوگوں کی بد دعائیں لگیں گی۔ یہ بد دعائیں صرف احسن اقبال صاحب کو نہیں لگیں گی بلکہ ہم تمام Parliamentarians کو لگیں گی کہ وہ چپ کر کے بیٹھے

ہوئے ہیں۔ بلوچستان کے حوالے سے خاموش ہیں، روز قیامت لوگوں کی بد دعائیں ان سے پوچھیں گی۔

جناب چیئرمین! Banks کی طرف سے جو business کے لیے قرضہ دیا جاتا ہے، State Bank کا آپ record دیکھ لیں بلوچستان کو ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے۔ ملک میں banks کی طرف سے جتنے بھی قرضے دیے گئے اس کا 1% بھی بلوچستان کے businessmen کو نہیں دیا گیا۔ ہمارے ساتھ ایسا ظلم کیوں ہے؟ Dera Murad Jamali, جھٹ پٹ یہ سارے زرعی علاقے ہیں یہاں پر چاولوں کی کاشت ہوتی ہے، جھٹ پٹ سے 15 kilometer کے فاصلے پر Jacobabad ہے، اس Rice Mill کو 30 کروڑ روپے دیے جاتے ہیں، جھٹ پٹ کی Rice Mill کو پانچ کروڑ دیے جاتے ہیں کیوں؟ کیا ہم بلوچستان کے لوگ اتنے بے ایمان ہیں، بد نام ہیں؟ جناب! اس ناانصافی پر notice لیں اور ان سے کہیں کہ ہمارے ساتھ اس طرح سے نہ کریں۔

آخر میں minorities کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ Budget میں لکھا ہوا کہ minorities کے لیے بہت funds دیے ہیں، جناب! آپ کھول کر دیکھیں۔ ہم minorities کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ Zakat سید اور minorities نہیں لے سکتے، یہاں پر بھی ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے minorities کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہماری بہت بڑی عبادت گاہ ہے ہنگلاج ماتا مندر جو کہ پوری دنیا میں مشہور ہے، ہم نے تجویز دی تھی کہ اس کو Religious tourism کے حوالے سے promote کیا جائے۔ پوری دنیا کو بتایا جائے کہ بلوچستان کے لوگ کتنے بڑے دل کے مالک ہیں، وہ کس طرح سے اپنے اقلیتی بھائیوں کی حفاظت کرتے ہیں، کس طرح سے ان کے مندر محفوظ ہیں مگر مجھے افسوس ہے کہ یہ بھی وفاقی حکومت کو اچھا نہیں لگتا کہ بلوچستان کا نام کسی اچھی بات میں آئے۔ جناب چیئرمین! میری آپ سے بھی درخواست ہے کہ ہم recommendation present کر کے تھک گئے ہیں ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ بلوچستان کو چھوٹا بچہ بنا دیا ہے جو کہ کھیل میں ہی نہیں ہوتا۔ جناب! میرے پاس باتیں بہت ہیں پر آپ وقت نہیں دے رہے۔

جناب چیئرمین: سینیٹر بہرہ مند خان تنگی۔

Senator Bahramand Khan Tangi

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! اس تصویر کے نیچے آپ بیٹھ کر پاکستان کے، پاکستان کے اداروں کے اور 24 کروڑ عوام کے مستقبل کے فیصلے کرتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ چونکہ اس بجٹ کے ساتھ 9 مئی کا واقعہ بھی link کرتا ہے۔ 9 مئی کو جناح ہاؤس کو، کور کمانڈر ہاؤس کو، افواج پاکستان کے شہدا کی یادگاروں کو، افواج پاکستان کے شہدا کے مجسموں کو، ریڈیو پاکستان کو، GHQ کو، دیر کے قلعے کو، پاکستان کے تاریخی مقامات کو اور پاکستان کے غریب عوام کی املاک کو جلانے والا دہشت گرد [xxx][1] کے بارے میں عوام کو کچھ بتا سکوں تاکہ قوم کو پتا چلے کہ [xxx] ایک دہشت گرد گروہ کے سربراہ ہیں یا [xxx] ایک سیاسی لیڈر ہیں۔ جناب چیئرمین! پاکستان کے جن اداروں کے نوجوانوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر۔۔۔۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: تنگی صاحب! مہربانی کریں کسی کا نام نہ لیں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب چیئرمین! میں نام اس لیے لوں گا تاکہ پاکستان کے 24 کروڑ عوام کو پتا چلے کہ 9 مئی کا دہشت گرد کون ہے۔ میں [xxx] کا نام لوں گا اور اس لیے اس کا نام لوں گا کہ وہ ایک دہشت گرد ہے۔ وہ دہشت گرد گروہ کا سربراہ ہے۔

جناب چیئرمین: Expunge کر دیا ہے۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: میں اس دہشت گرد کا نام لوں گا اس لیے کہ اس نے پاکستان کے شہدا کی یادگاروں کو جلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ دہشت گرد ہے۔ وہ پاکستانی املاک کو جلانے والا دہشت گرد ہے۔ میں اس کا نام لوں گا اس لیے کہ قوم کو پتا چلے کہ وہ پاکستانی شہدا کی یادگاروں کو جلانے والا دہشت گرد ہے۔ میں اس کا نام لوں گا۔ جناب چیئرمین! پاکستان کے جن اداروں کے نوجوانوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر پاکستان کے مستقبل کو اور ہمارے بچوں کے مستقبل کو محفوظ بنایا۔ میں آج ان شہدا کو سلوٹ پیش کرتا ہوں۔ ان شہدا کے لواحقین کو، ان شہدا کے بچوں کو، ان شہدا کی بہنوں اور ان

---

[1] *"Words Expunged as Ordered by the Chairman."*.

کے بھائیوں کو میں سلوٹ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آج ان کے بچے اور رشتہ دار ان کی شہادت پر خوشیاں محسوس کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! آج لیفٹننٹ کرنل عامر کی بیٹی اور باقی شہدا کے بچے پاکستان کے 24 کروڑ عوام سے یہ گلہ کرتے ہیں کہ پاکستان کے ایک دہشت گرد ٹولے کے سربراہ نے اپنی سیاست چمکانے کے لیے ہمارے شہدا کی یادگاروں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ بجٹ پر تقریر کریں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: آج ان شہدا کے لواحقین گلہ کرتے ہیں کہ [xxx] اپنی سیاست کو چمکانے کے لیے وہ دہشت گردی پر اتر آیا ہے اور وہ شہدا کی یادگاروں کو جلا کر رکھتا ہے۔ جناب چیئرمین! ان لوگوں نے پریس کانفرنس کی تھی کہ ہم مذمت کرتے ہیں۔ شہدا کی یادگاروں کو جلانے والے کی آج میں مذمت کرتا ہوں تو ان کو آگ لگی ہے۔ ان لوگوں نے خود شہدا کی یادگاروں کو جلانے والے کی مذمت کی تھی۔

جناب چیئرمین: تنگی صاحب! آپ بجٹ پر بات کریں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: میں بجٹ پر آتا ہوں۔ آپ پہلے ان کو بٹھائیں۔

جناب چیئرمین: تنگی صاحب! آپ بات کریں۔ پھر نہ کہنا کہ time کم ملا ہے۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب چیئرمین! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ 10 اپریل 2022 کو جب selected Prime Minister Imran کو جمہوری طریقے سے وزیر اعظم ہاؤس سے نکال کر باہر کیا۔ میرے لیڈر کو تم گالی نہیں دے سکتے ہو۔

جناب چیئرمین: تنگی صاحب! آپ اپنی بات کریں۔ ابڑو صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: اسی دن سے لے کر 9 مئی تک دنیا میں پاکستان کے نام کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ جناب چیئرمین! جب ملک میں political stability نہیں ہوتی تو وہاں پر economy stable نہیں ہو سکتی۔ پچھلے ایک سال سے دہشت گرد گروہ کے سربراہ [xxx] نے پاکستان اور پاکستان کی ہر چیز کو برباد کرکے رکھ دیا لیکن پاکستان کے Foreign Minister بلاول بھٹو زرداری صاحب پچھلے ایک سال اور دو ماہ سے پوری دنیا میں اور ہمسائے

ممالک میں برابری کی بنیاد پر پاکستان کو مضبوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ان کو بٹھائیں۔

جناب چیئرمین: آپ لوگ اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔ مہربانی کرکے تشریف رکھیں۔ جی، آپ بات کریں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب چیئرمین! بلاول بھٹو زرداری صاحب پوری دنیا میں کٹھ پتلی Prime Minister کے گند کو صاف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ ہمارا ملک مضبوط ہو۔ ہمارا ملک stable ہو۔ ہمارے ملک کی economy مضبوط ہو۔ ہماری پوری دنیا میں ایک ایٹمی قوت کے طور پر عزت ہو۔ عمران کی پچھلی چار سالہ مدت کی تباہ کاریوں اور ایک سالہ پاکستان کے خلاف سازشوں کی وجہ سے موجودہ اتحادی حکومت نے جو بجٹ پیش کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک سیاسی بجٹ نہیں بلکہ ایک عوامی بجٹ ہے کیونکہ اس بجٹ میں حکومتی پارٹیوں نے اپنی personal popularity کو ایک طرف رکھ کر عوام کی مشکل اور پاکستان کے مستقبل کو دیکھ کر بجٹ پیش کیا۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ 2018 میں inflation, GDP growth اور پاکستان کے power sector میں جو پاکستان کے عوام کو تمام چیزیں محسوس ہو رہی تھیں بدبخت Prime Minister نے جس کو selected کہتے تھے۔ ہم نے کہا کہ you are the selected لیکن وہ نہیں مانتے تھے۔ حکومت ختم ہونے کے بعد وہ کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا کہ ذمہ داری میری تھی اور فیصلے کوئی اور کر رہا تھا۔ اس نے باجوہ کو مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے پاکستان کو چلانے کی بات کی اور پاکستان کو تباہ کیا۔

جناب چیئرمین! میں بجٹ پر آتا ہوں۔ حکومت نے power sector میں 1074 ارب روپے کی subsidy دی ہے۔ میں حکومت کے وزیر خزانہ اور وزیراعظم سے اپیل کرتا ہوں اور انہیں تجویز دیتا ہوں کہ یہ جو subsidy ہے یہ غریب عوام کو فائدہ دے رہی ہے یا پاکستان کے کچھ خاندانوں کی جیبوں میں جائیں گے۔ میری تجویز ہے کہ subsidy کی بجائے power sector میں کچھ اقدامات کریں۔ Disconnection پر توجہ دیں۔ Meterization پر توجہ دیں۔ Direct connection پر توجہ دیں۔ کنڈہ کلچر کو discourage کریں۔ Recovery کو مضبوط بنائیں۔

جناب چیئرمین! موجودہ حکومت کے لیے میری ایک تجویز ہے۔ واپڈا کا ایک ملازم اپنی مفت بجلی کے ساتھ اپنے محلے میں دس پندرہ لوگوں کو بجلی دیتا ہے اور ان سے ماہوار لیتا ہے۔ ان ملازمین کو salary میں lump sum دے دیں یا جو ریٹائر ہو چکے ہیں، ان کو بھی ہم free of cost بجلی دیتے ہیں اور اسی طرح وہ بھی کرتے ہیں تو ان کو pension میں lump sum amount دے دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بجائے یہ کہ آپ یونٹ کی قیمت کو بڑھاتے ہیں، اس سے آپ ان کو فائدہ نہیں دے رہے جو direct connection دے رہے ہیں، آپ ان لوگوں کو نقصان دے رہے ہیں جو بل دیتے ہیں۔ جو بل دیتے ہیں، ان پر آپ بوجھ ڈالتے ہیں۔ جن لوگوں نے direct connection لیا ہوا ہے، کیا وجہ ہے کہ ان سے آپ recovery نہیں کرتے، آپ ان کی disconnection نہیں کرتے، آپ meterization پر توجہ نہیں دیتے اور آپ کنڈا کلچر کو discourage نہیں کرتے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان معاملات کی طرف توجہ دیں تاکہ power sector مضبوط ہو۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔ شکریہ جناب۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب! ابھی تو پندرہ pages باقی ہیں۔

جناب چیئرمین: باقی آپ بعد میں دل میں پڑھ لینا۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب چیئرمین! حکومت نے 9,200 ارب روپے کا tax target رکھا ہے۔ ابھی 24 کروڑ آبادی میں 40 لاکھ کے قریب ٹیکس دینے والے لوگ ہیں۔ اگر میں withholding tax لگاتا ہوں، سیلز ٹیکس لگاتا ہوں، انکم ٹیکس لگاتا ہوں اور ہر بجٹ میں اس کو increase کرتا ہوں تو جو لوگ already ٹیکس دیتے ہیں، ان کا کیا گناہ ہے۔ اس وقت 24 کروڑ میں سے 40 لاکھ ٹیکس دیتے ہیں، میری تجویز ہے کہ اگر 24 کروڑ میں سے 5 کروڑ لوگوں کو آپ tax net میں لے آئیں اور وہ لوگ پانچ فیصد ٹیکس دیں تو 9,200 ارب کی بجائے آپ 18,000 ارب آسانی سے وصول کر سکتے ہیں۔ میں سندھ حکومت کو داد دیتا ہوں اور اسے salute کرتا ہوں کہ وہ گزشتہ چار سالوں سے اپنا ٹیکس کا target پورا کر رہی ہے۔ اس ٹیکس وصولی کے باوجود جب یہاں تقریریں ہوتی ہیں تو سندھ پر تنقید کی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ٹیکس ٹارگٹ کو achieve کرنا بہت بڑی بات ہے۔ میری تجویز ہے کہ ٹیکس کی شرح کو نہ بڑھائیں بلکہ

tax net کو بڑھائیں تاکہ ہمارا جو 9,200 ارب کا target ہے، اس سے زیادہ tax collection ہوسکے۔

چیئرمین صاحب! پٹرول کی قیمتیں بڑھتی جارہی ہیں۔ حال ہی میں حکومت 20 روپے پٹرول میں جبکہ 35 روپے ڈیزل میں کمی لائی ہے لیکن پھر بھی غریب لوگ، ٹیکسی والے، موٹر سائیکل اور چنگ چی والے پریشان ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کو categorize کرے۔ اگر بڑی لینڈ کروز والا 500 روپے فی لٹر کے حساب سے پٹرول خریدے، کرولا والا 350 روپے فی لٹر کے حساب سے پٹرول خریدے اور جو ٹیکسی والے، چھوٹی گاڑیوں والے، چنگ چی یا موٹر سائیکل والے ہیں، اگر ان کو 100 روپے کے حساب سے پٹرول دیا جائے تو پاکستان کا فائدہ ہی ہوگا، نقصان نہیں ہوگا۔ اس سے غریب لوگوں کو ضرور فائدہ ہوگا۔ اگر آپ نے چھوٹے لوگوں کو فائدہ دینا ہے تو ان قیمتوں کو categorize کریں۔

جناب چیئرمین! موجودہ حکومت نے تنخواہوں میں 30 سے 35 فیصد اضافہ کیا جبکہ پینشن میں 17.5 فیصد اضافہ کیا۔ اس کے ساتھ private sector میں جو لوگ job کرتے ہیں، ان کے لیے اجرت 32 ہزار روپے مقرر کی لیکن کیا حکومت کے پاس کوئی monitoring mechanism ہے کہ فیکٹری میں جو ملازم کام کرتے ہیں، ان کو 32 ہزار روپے ملیں۔ ایسا نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہوا ہے۔ ان کو 15 یا 18 ہزار روپے ملیں گے جبکہ ان سے 32 ہزار روپے پر دستخط لیے جائیں گے۔ لہٰذا، میری تجویز ہے کہ ایک monitoring mechanism بنایا جائے تاکہ حکومت نے جو اعلان کیا ہے، اسے ensure and implement کیا جائے تاکہ پرائیویٹ سیکٹر میں کام کرنے والے غریبوں کے بھی گھر چل سکیں۔

جناب چیئرمین: تنگی صاحب! بہت شکریہ۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب چیئرمین! اب میں exports بڑھانے کے حوالے سے تجاویز دوں گا۔

جناب چیئرمین: بہت اچھی تجویز ہے۔ آپ ابھی کامرس اور فنانس کمیٹی کو دے دیں تاکہ وہ ان پر غور کریں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب! میرے صرف دو points رہ گئے ہیں جن پر میں بات کروں گا۔ اگر حکومت exports میں اضافہ نہیں کرتی تو آپ کی economy stable نہیں ہو سکتی۔ Exports تب بڑھ سکتی ہیں جب آپ دنیا کی products کے ساتھ مقابلہ کریں۔ آپ اگر taxes لگائیں، قیمتیں بڑھائیں، بجلی کی قیمت بڑھائیں، salary بڑھادیں تو export کیسے بڑھیں گی۔ اگر آپ ایک چیز یعنی engine foundation بناتے ہیں جس کی قیمت ایک ہزار روپے ہے جبکہ دنیا میں اس کی قیمت آٹھ سو روپے ہے تو آپ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر آپ کی فیکٹری بند ہو گی، آپ کی production ختم ہو گی، آپ کے ہاں بے روزگاری میں اضافہ ہوگا اور آپ کی export میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اگر آپ exports میں اضافہ چاہتے ہیں تو ان چیزوں کی قیمتوں میں کمی لے آئیں تاکہ آپ دنیا کی products کے ساتھ مقابلہ کریں۔

میری ایک آخری تجویز ہے۔ پرائم منسٹر آف پاکستان نے flood کے دوران، سندھ حکومت کے ساتھ ایک commitment کی تھی، ایک وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک اس وعدے کو honour نہیں کیا گیا ہے۔ اس وقت فنانس منسٹر موجود نہیں ہیں جبکہ دوسرے وزراء بھی نہیں ہیں لیکن اس کو میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ پرائم منسٹر آف پاکستان نے سندھ کے flood affectees کے ساتھ جو commitment کی، اسے honour کریں تاکہ flood affectees کی زندگیاں محفوظ ہوں اور ان کو بھی جینے کا حق ملے۔ میری پرائم منسٹر صاحب سے اپیل ہے کہ اپنی commitment کو honour کریں تاکہ سندھ کے عوام کو ان کا حق ملے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ جناب! آپ مجھے موقع نہیں دیتے تو میں کیا کہوں کیونکہ یہ میری آخری بجٹ تقریر ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ آپ مجھے دس پندرہ منٹ اور موقع دیں۔ میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ ہمیں زندگی دے کہ پھر بھی بجٹ کے موضوع پر تقریر کریں لیکن اس سینیٹ میں یہ میری آخری بجٹ تقریر ہے۔ آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ جناب۔ محترم جناب سینیٹر سیف اللہ ابڑو۔ منسٹر شہادت اعوان صاحب کدھر ہیں؟ تشریف لائیں۔ سیکرٹری صاحب! منسٹر صاحب کو بلائیں کہ آجائیں۔ جی ابڑو صاحب۔

Senator Saifullah Abro

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب چیئرمین! شکریہ۔ افسوس کا مقام ہے، یہ ہے تو بجٹ سیشن لیکن مجھے آپ سے بھی کافی مرتبہ سننے کو ملا ہے، ہمارے کافی سینئر دوست یہاں بیٹھے ہیں، مجھ سے وہ age میں بھی بڑے ہیں، رانا مقبول صاحب بیٹھے ہیں، مشاہد صاحب بیٹھے ہیں، وہ senior parliamentarians ہیں، کچھ دوست پانچ پانچ مرتبہ رکن رہ چکے ہیں، ربانی صاحب اور عبدالغفور صاحب جیسے لوگ تشریف فرما ہیں، ہمیشہ یہی سننے میں آیا کہ یہاں کی روایات ایسی نہیں تھیں۔ روایات کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ اس بجٹ سیشن کو دیکھیں، باقی کو چھوڑیں، یہ بجٹ سیشن ہے جس میں ہمیں اپنا part play کرنا چاہیے۔ تعجب ہوتا ہے کہ یہاں ہر ممبر اپنا نام گنوانے کے لیے اٹھتا ہے۔ بجٹ پر بات ایک فیصد بھی نہیں ہوتی۔ ہمیں نوے فیصد گالیاں دینے کے بعد، آخر میں ایک فیصد بھی بجٹ پر بات نہیں کرتے۔ اگر کسی کے پاس بولنے کے لیے کچھ نہیں ہے تو پھر نام کیوں گنواتے ہیں۔ ان کا کردار دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ جیسے اسکول میں پیچھے بیٹھ کر چھوٹے بچے hooting کرتے ہیں، نجانے ان کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ گالیاں دیتے ہیں، دس مرتبہ خان صاحب کا نام لیتے ہیں، ہم چپ کر کے آپ کو سنتے ہیں۔ ایسے نہ کریں، ہم بھی نام لے سکتے ہیں لیکن کبھی نہیں لیں گے۔ اخلاق اس چیز کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنی کسی بھی پارٹی کی لیڈرشپ کو abuse کریں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اپنی لیڈرشپ کے دشمن ہیں یا نہ جانے کس کے دشمن ہیں۔ میں انہیں بہت مرتبہ سمجھا چکا ہوں۔ یہاں اچھا تو نہیں لگتا کہ میں بھی ڈیسک پر ان کے سامنے کھڑا ہو جاؤں۔ میں تو belong وہیں سے کرتا ہوں لیکن ایک لفظ نہیں بولوں گا اور مجھے بولنا بھی نہیں چاہیے۔ آپ دیکھیں ہمیشہ بڑی بڑی لیڈرشپ ایسے گالیاں دیتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا پچھلے سیشن میں چوہدری اعجاز صاحب نے بلاول صاحب کے حوالے سے ایک بات کی جو کہ نہیں کرنی چاہیے تھی۔ آپ نے دیکھا کہ مولا بخش چانڈیو senior آدمی تھے، انہوں نے کہا کہ [***][2]۔ یہ کوئی بات ہے؟ بلاول صاحب شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کا بیٹا ہے، بھٹو صاحب کا نواسا ہے۔

جناب چیئرمین: یہ الفاظ expunge کیے جاتے ہیں۔

[2] *"Words expunged as ordered by the Chairman."*.

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: ہم بلاول صاحب کو امتحان میں کیوں ڈالیں۔ ہم بلاول صاحب کو امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ ان کی اپنی مرضی ہے، جیسے زندگی گزارنا چاہیں وہ گزاریں، ان کی ذاتی زندگی ہے، اس کی اپنی پارٹی کے لوگ اس کے دشمن ہیں۔

جناب والا! میں بجٹ کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ ہم سب کو پاکستان کے issues کے بارے میں معلوم ہے کہ کیا issues ہیں؟ ہم سب مل کر بجٹ میں شاید کچھ ایسا کر سکیں، بجٹ میں ایسی تجاویز دیں، ہم سو سینیٹرز بیٹھے ہیں۔ میں دوسری باتوں کی طرف بعد میں آؤں گا، میں پہلے بجٹ پر بات کروں گا۔ جناب والا! میری پانچ، چھ تجاویز ہیں، اگر ایوان بہتر سمجھے تو آپ اسے adopt کروائیں۔

جناب والا! کسی بھی ملک کے لیے یہ بہتر ہوتا ہے کہ جب اس کے پاس اپنی آمدنی ہو گی، revenue زیادہ ہو گا تو اس کا بجٹ بھی صحیح آئے گا۔ اس ملک کا یہ بڑا المیہ ہے کہ یہاں آج تک کسی نے یہ نہیں سوچا کہ ہم کیسے revenue بڑھائیں؟ ہم one billion dollar کے لیے IMF کی طرف دیکھتے ہیں، کوئی issue ہی نہیں ہے، ہمارے ہاں تقریباً تمام محکموں میں اتنے مواقع ہیں، ہم جس بھی کمیٹی میں بیٹھتے ہیں، جہاں بھی discuss ہوتا ہے۔ میں آپ کو دو، چار مثالیں دینا چاہتا ہوں کہ power sector کو آپ دیکھیں تو اس وقت public power sector کو جان بوجھ کر تباہ کیا جا رہا ہے، میں کسی بھی پارٹی کو blame نہیں کروں گا۔ آپ 1988 سے لے کر آج تک دیکھ لیں جتنی بھی پارٹیاں آئی ہیں، ان میں IPPs mafia کے نمائندے بیٹھے ہوتے ہیں، وہ ایسے decisions کرواتے ہیں تاکہ public power sector تباہ ہو جائے۔ آپ بجٹ کو دیکھ لیں اس میں power sector کے لیے کوئی rehabilitation نہیں ہے، کیوں نہیں ہے؟ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ Guddu Thermal Power پاکستان میں پہلا thermal power ہے کہ جہاں سارے ملک میں گیس نہیں ہے لیکن گڈو تھرمل پلانٹ میں surplus gas ہوتی ہے۔ وہاں 415 MW کا power plant 2014 سے بند ہے جس کی rehabilitation کے لیے 20 million dollar چاہییں جبکہ اس کے ایک سال کا revenue 120 billion ہو گا۔ افسوس کی بات ہے کہ آج تک کوئی بھی حکومت 20 million dollar arrange نہیں کر سکی۔ میں آگے

اس پر بات کروں گا کہ یہ 20 million dollar کیسے اس بجٹ سے لینے چاہییں کہ اگر ہم یہ پیسے وہاں لگائیں گے تو Guddu Thermal کی gas بچ جائے گی۔ آج Guddu Thermal کی gas پر mafia کی نظریں ہیں۔ کون سی mafia, ایک fertilizer company جو گھوٹکی میں ہے، جس کے نمائندے ہر دور میں حکومت میں بیٹھتے ہیں، ان کی کوشش ہے کہ گڈو تھرمل بند ہو جائے، ہم یہ گیس اپنے power plant and fertilizer company کے لیے لے جائیں۔ لہٰذا جو بھی authorities ہیں، ایوان سے یہ تجویز جانی چاہیے کہ اگر اسے 20 million سے rehabilitate کرتے ہیں، اس کے لیے total three months کا وقت چاہیے جبکہ ہم سال میں 120 billion وہاں سے کما سکتے ہیں۔

جناب والا! آپ لاکھڑا تھرمل پلانٹ کی طرف آ جائیں، مجھ سے پہلے نعمان وزیر صاحب ہوتے تھے، شاید فدا محمد خان صاحب چیئرمین کمیٹی تھے، ایوان میں اس کی report بھی ہو گی، لاکھڑا تھرمل پلانٹ 2016 سے بند ہے، وہ 150 MW کا ہے۔ اس وقت اس کی rehabilitation کے لیے 35 million dollar چاہییں تھے۔ 2016 میں اس پر 3.5 billion لگنے تھے، آج اگر ڈالر کی قیمت زیادہ ہو گئی ہے تو ہمیں 10 billion چاہییں ہوں گے، اگر ہم 10 billion لگائیں گے تو وہ ایک سال میں 40 billion کمائے گا، اس کی rehabilitation چار مہینوں میں ہو جائے گی۔

انہوں نے ایک report دی کہ 300 MW کے two power plants یہاں لگ سکتے ہیں کیونکہ لاکھڑا تھرمل پاکستان میں پہلا point ہے جس سے 17, 18 km کے فاصلے پر کوئلہ موجود ہے۔ اگر ہم کوئلہ وہاں سے لیتے ہیں اور اس کی per unit cost Rs. 4 ہے۔ اگر ہم وہاں 300 MW کے two power plants لگاتے ہیں تو اس پر total expenditure 600 million dollar ہے۔ آج کے حساب سے 600 million dollar کا مطلب ہے کہ 180 billion rupees, اگر ہم یہ رقم وہاں لگاتے ہیں جو تقریباً دو سالوں میں بن جائیں گے جبکہ ان کا سال کا revenue تقریباً 180 billion ہو گا۔ پاکستان میں کون سا ایسا کاروبار ہے جس پر ایک سال میں ہو گا۔ پاکستان میں کون سا ایسا کاروبار ہے جس میں ایک سال میں 100% profit ملے؟ اگر ہم لاکھڑا تھرمل کے 180 billion اور 10

billionاس ایک power plant کی rehabilitation کے لیے اور 20 billion 415 MW Guddu Thermal کے لیے پیسے نکالیں تو یہ total 210 billion بن جاتے ہیں۔ اگر ہم یہ 210 billion لگائیں گے تو سال میں ہمیں وہاں سے 280 billion کا revenue آئے گا۔

(اس موقع پر جناب ڈپٹی چیئرمین (مرزا محمد آفریدی) کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین! Ministry of Maritime Affairs کی طرف دیکھیں، ہمارے ہاں یہ المیہ ہے کہ اُس وقت تک پاکستان میں وفاقی حکومت کے تحت کوئی بھی fishing harbour نہیں ہے، Korangi Fish Harbour, دنیش نے کہا کہ اسے دیکھ کر شرم آتی ہے، 2020 میں یہ project propose کیا گیا تھا اور اس کا budget 800 million rupees تھا۔ اس حکومت سے بھی یہ نہیں ہو سکا کہ اس کے لیے 800 million rupees allocate کرے، نہیں ہوا۔ آج revised cost 4300 million آئی ہے۔ اگر ہم four billion لگائیں گے تو Korangi Fish Harbour ہمارا بن جائے گا، اس کے بننے سے کیا ہو گا کہ سمندر کی جو پٹی پاکستان کے پاس ہے، آپ ٹھٹھہ، بدین سے لے کر گوادر تک چلے جائیں، اس پٹی میں اربوں روپے کی fishing ہوتی ہے۔ ہم نے کمیٹی میں جب officials سے پوچھا تھا کہ fishing licence کس کے پاس ہے تو Maritime Ministry کے officials نے بتایا کہ ہم fishing کا کوئی بھی contract نہیں دے سکتے، ہمارے پاس کوئی بھی fish harbour نہیں ہے۔ اس کا کتنا revenue آ سکتا ہے، ان کی کمیٹی کو briefing تھی کہ 600 million dollar کا revenue آ سکتا ہے، 600 million dollar تو وہ بتاتے ہیں جنہیں کچھ پتا ہی نہیں ہے، actually fishing کا کاروبار اتنا ہے کہ وہاں سے two billion dollar تک revenue آ سکتا ہے، صرف پاکستانی four billion rupees لگانے سے۔ ہم بلاوجہ one billion dollar کے لیے بھاگتے رہتے ہیں، اپنی ہی چیزوں پر کیوں نہیں جاتے؟

جناب والا! آپ ports and shipping پر آجائیں، Pakistan National Shipping Corporation, اس ملک کا المیہ ہے کہ 1947 سے لے کر آج

تک ہمارے پاس total 13 cargo ships ہیں۔ بنگلادیش 1971 میں ہم سے الگ ہوا، ان کے پاس 83 cargo ships ہیں، ان کے پاس total fleet round about 418 کا ہے لیکن 83 cargo ships ہیں جن کا revenue آتا ہے، ہم یہ کیوں نہیں کر پاتے؟ کیا یہ Senate, ہم سب بھائی، ساری پارٹیاں مل کر نہیں کر سکتیں، آئیں، بیٹھیں، ملک میں revenue آئے گا۔ اللہ کے واسطے ہمیں یہ تنقید اچھی لگتی ہے، تنقید کے لیے وقت ملتا رہے گا کوئی issue نہیں ہے۔ یہ بجٹ اجلاس ہے، ہم مل جل کر کام کریں۔

میں صحت کی طرف آتا ہوں۔ جب ہماری حکومت تھی، میڈم ثانیہ صاحبہ بیٹھی ہوئی ہیں، سندھ میں کینسر کے دو بڑے ہسپتال ہیں جو Ministry of Defence کے under آتے ہیں، ایک نواب شاہ میں NORIN کینسر ہسپتال کے نام سے ہے، وہاں نہ LINAC machine, ہے، نہ وہاں CT Scan machine ہے، نہ وہاں MRI machine ہے، LINAC machine ابھی ایک ارب روپے میں ملتی ہے۔ میں نے 2021 میں تقریر کی تھی تو اُس وقت وہ 400 million rupees کی مل رہی تھی۔ CT Scan machine 500 million rupees کی مل رہی ہے، اُس وقت 200 million rupees کی تھی، MRI machine 500 million rupees کی ہے۔ یہ تین machines 1.8 billion rupees کی آئیں گی۔

جناب والا! دوسرے نمبر پر لاڑکانہ ہے، وہاں نہ MRI machine ہے، نہ وہاں CT Scan machine ہے، ان دونوں کی قیمت تقریباً 700 million rupees بنتی ہے۔ ان دونوں ہسپتالوں کے لیے ہمیں 2.5 billion rupees چاہییں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحب! براہ مہربانی conclude کر لیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میں کر رہا ہوں۔ براہ مہربانی یہ 2.5 billion rupees health کے لیے دیں۔ ویسے بھی 450 billion rupees BISP کے لیے رکھے گئے ہیں، اگر 2.5 billion rupees وہاں سے نکال کر ان پر لگا دیں گے تو دونوں ہسپتال بہتر ہو جائیں گے کیونکہ سبی، جعفر آباد، اوستہ محمد، آدھا بلوچستان لاڑکانہ آتا ہے۔ آپ کینسر کے ایک test کے لیے جائیں تو وہ بیس، پچیس ہزار روپے میں پڑتا ہے۔ BISP کے ذریعے ایک خاندان کو سال میں چوبیس

ہزار روپے ملتے ہیں۔ اگر یہ 2.5 billion rupees وہاں لگائیں گے تو دونوں ہسپتالوں کی machinesآ جائیں گی۔

جناب چیئرمین! اگر ہم ان سب چیزوں کو دیکھیں۔ Power sector میں 210 billionچاہییں اور machinesکے لیے2.5 billion rupees, healthکے لیے ہیں۔ 450 billion rupees سے کچھ نہیں جاتا۔ آپ صحت کے لیے 2.5 billion تو نکلوائیں یاproposeکریں۔ اگرBISP سے 450 billion سے 210 billion نکالیں گے، power sector بحال ہو جائے گا،Korangi Fish Harbour بحال ہو جائے گا، آپ کو سال میں more than 1000 billion rupeesکاrevenueآئے گا۔ ہم اس پر کیوں نہیں جاتے؟ لوگوں کو روزگار کیوں نہیں دیتے، گھر بیٹھے بٹھائے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں پیسے ملیں گے۔ براہ مہربانی آپ ان چیزوں کو concerned committees میں take up کریں۔ میں تمام دوستوں کو، تمام پارٹیوں کو گزارش کرتا ہوں کہ ان چیزوں کو دیکھیں، اگر ان میں انہیں کوئی گنجائش ملے تو ہم مل کر انہیںpropose کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہمیں بلاوجہ ان چیزوں میں نہیں پڑنا چاہیے کہ ایک دوسرے کو abuse کریں، اچھا نہیں لگتا۔ اس دن Leader of the Opposition بات کر رہے تھے تو کوئی دوست جذباتی ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ یہ تو برفیلی تقریر ہے۔ اگر وہ جوشیلی اورspicy تقریر کرے گا تو تکلیف ہو گی کیونکہ اس سے مرچیں جو لگتی ہیں۔ وہ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ ہماری طرف سے پھر سینیٹر محسن عزیز نے بھیspeech کی۔ حالات ایسے بن گئے ہیں کہ ہماری طرف سے اگر کوئی دوست تقریر کرے تو انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہم پر تنقید کرتے ہیں۔ یہاں یہ کہا گیا کہ دھرنے اور جلسوں سے معیشت آگے نہیں جاتی ہے۔ یہ بالکل صحیح کہا گیا ہے اور معیشت اس سے آگے نہیں بڑھتی ہے۔ معیشت آگے اس وقت بڑھتی ہے جب 150 جھوٹےcases بنائے جاتے ہیں۔ معیشت آگے بڑھتی ہے جب عدلیہ کے فیصلوں کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ معیشت آگے بڑھتی ہے جب آئین کو ختم کیا جاتا ہے۔ معیشت آگے بڑھتی ہے جب الیکشن سے بھاگا جاتا ہے۔ معیشت آگے بڑھتی ہے جب مٹھیاری۔ سکھر موٹروے پرland acquisition کے 30ارب روپے کھائے جاتے ہیں۔ معیشت آگے بڑھتی ہے جب سیلاب کے پیسے کھائے جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی آپ کا شکریہ۔ بہت زیادہ وقت ہو گیا ہے۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میں بس بجٹ پر آ رہا ہوں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمیں ایوان میں ایسی، ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ معیشت ان چیزوں سے بڑھتی ہے۔ معیشت 93 members of Cabinet سے بڑھتی ہے۔ کل میں Cabinet کو دیکھ رہا تھا۔ میرے تین بھائی یہاں بیٹھے ہیں جو تین مختلف پارٹیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ شاید منسٹر صاحبان کے ناموں میں سینیٹر طاہر بزنجو کا نام ہو لیکن وہ نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ شاید منسٹر صاحبان کے ناموں میں سینیٹر حاجی ہدایت اللہ کا نام ہو لیکن وہ نہیں تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ شاید منسٹر صاحبان کے ناموں میں سینیٹر سردار شفیق احمد ترین کا نام ہو لیکن وہ بھی نہیں تھا جبکہ 93 members of Cabinet ہے۔ سینیٹر میاں رضا ربانی بحیثیت political assistant ہیں اور عبدالقادر پٹیل صاحب Federal Minister for Health ہیں۔ ہماری سندھی میں ایک کہاوت ہے۔ میں اسے اردو میں بتانا چاہوں گا۔ پرانے زمانے میں جب بیل گاڑیوں پر باراتیں جاتی تھیں تو جہاں کہیں شام ہو جاتی تھی، وہ وہاں stay کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگ پھر انہیں چارپائی اور چادر وغیرہ دیتے تھے۔ ایک بندہ گیا۔ اس نے کسی کے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ مجھے چارپائی چاہیے۔ اس نے کہا کہ ہمارے پاس دو چارپائیاں ہیں۔ ایک پر میں اور میری امی سوتے ہیں اور دوسرے پر میرے ابو اور میری بیوی سوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ بے شک چارپائی نہ دیں لیکن کم از کم فضیلت کے ساتھ تو سوئیں۔ یہ سونے کا کون سا طریقہ ہے؟ سینیٹر میاں رضا ربانی جیسے legend, just political assistant ہیں اور عبدالقادر پٹیل Federal Minister ہیں۔ عبدالقادر پٹیل ہمیشہ خان صاحب کے خلاف ایسی speeches کرتا تھا کہ کرتے، کرتے وہ خان صاحب کے urine پر آ کر رک گیا اور یہ trace کرتا رہا کہ اس میں کوکین اور شراب کتنی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا بہت شکریہ۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: جناب! دوسرے سینیٹر صاحبان نے تو یہاں 20 منٹ بھی تقریریں کیں۔ یہ باتیں آپ کس کو بتاتے ہیں؟ یہاں پر ہمیں بھاشن دیے جاتے ہیں۔ میں بس شاہد خاقان عباسی صاحب کے الفاظ quote کر کے پھر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ شاہد خاقان عباسی صاحب نے کیا کہا؟ یہ جو ہمیں بتاتے ہیں کہ معیشت اس چیز سے بڑھتی ہے، میں بتا دوں کہ معیشت اس چیز سے

بڑھتی ہے جب آپ گندا آٹا دیتے ہیں جس کے متعلق ندیم افضل چن صاحب نے بھی بات کی اور کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسا گندا آٹا نہیں دیکھا ہے۔ شاہد خاقان عباسی صاحب نے کہا کہ مفت آٹا سکیم میں 20 ملین روپے کی کرپشن کی گئی۔ معیشت اس چیز سے آگے بڑھتی ہے جب 18 لاکھ آٹے کے بیگ گم ہو گئے۔ سندھ میں دادو اور سانگھڑ میں صرف 102 لوگوں کو 31 ہزار ٹینٹ دیے گئے۔ اس سے معیشت بڑھتی ہے۔ انہی 102 لوگوں کو 40 ہزار راشن کے بیگ دیے گئے۔ اس سے معیشت بڑھتی ہے۔ ایسا کر کے political parties مضبوط ہوتی ہیں۔ میں بس ایک افسوس کی بات کر کے پھر بیٹھ جاتا ہوں۔ بپر جوائے طوفان جو کراچی کے ساحل سے آج 11 بجے ٹکرانے والا تھا، اس نے بھی اپنا رخ موڑ لیا۔ اس نے اپنا رخ کیوں موڑا کیونکہ اس نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے local bodies elections میں جو حافظ نعیم الرحمٰن کا حشر کیا ہے، میرا بھی وہی حشر کرے گا۔ بپر جوائے طوفان نے مجھے بتایا کہ جب میری بہن 2002 میں آئی مطلب اس وقت کے طوفان کو اس نے اپنی بہن کہا تو لوگ سڑکوں پر بیٹھے تھے اور کوئی ٹینٹ نہیں تھا۔ جب بارش ختم ہوئی تو شرجیل میمن روزانہ کہتا تھا کہ آج ہم نے 2 لاکھ ٹینٹ دیے۔ بپر جوائے نے اس وجہ سے کہا کہ میری توبہ ہے۔

جناب! سندھ میں بڑی حکومت نے بڑے اقدامات کئے ہیں۔ بپر جوائے کے خطرے کی وجہ سے سندھ حکومت نے 21 کروڑ لوگوں کو محفوظ مقامات پر شفٹ کیا ہے۔ 21 کروڑ لوگ؟ وہ کہتے ہیں کہ اب ہمیں 21 کروڑ لوگوں کے لئے پیسے دیں۔ ہماری آبادی 5 کروڑ ہے لیکن پیپلز پارٹی ہر چیز claim کر سکتی ہے۔ Local bodies elections میں ہمارے اور جماعت اسلامی کے کل 192 ممبر تھے۔ آج میئر کے الیکشن میں ہمارے صرف 160 ممبر آئے اور باقی 35 کو انہوں نے اغوا کیا۔ یہ 21 کروڑ لوگ claim کریں گے اور کہیں گے کہ بپر جوائے کی وجہ سے ہمیں نقصان ہوا ہے۔ جس ظلم کے ساتھ انہوں نے سیلاب کی وجہ سے پیسے لئے، اسی طرح یہ ظلم دوبارہ کریں گے۔ اس کی پوری investigation ہونی چاہیے کہ 102 لوگ کیسے 31 ہزار ٹینٹ لے سکتے ہیں۔ سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ بتا سکتے ہیں کہ یہ ذوالفقار علی بھٹو اور شہید محترمہ بینظیر بھٹو کا vision نہیں تھا لیکن یہ موجودہ نچلے سطح کی leadership کا ضرور ہے۔ یہ بجٹ PDM government نے بنایا ہے۔ اگر اس میں بہتری کرنی ہے تو کسی معاشی ماہر کو بلائیں جس کا 14 سال کا تجربہ ہے، جس نے جیل میں یہ تجربہ حاصل کیا ہے، کیا آپ نے اس سے بھی فائدہ

اٹھایا ہے۔ وہ معاشی ماہر کیسے بنا؟ وہ 14 سال جیل میں کیسے رہا؟ اس میں بھی PDM کی ایک جماعت مسلم لیگ (ن) کا حصہ ہے کیونکہ بینظیر صاحبہ کی حکومت جب بھی گئی تو پھر مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے آصف علی زرداری صاحب کو جیل میں ڈالا۔

جناب! یہ تاریخ ہے۔ ان کا عشق بھلے کتنا ہی زیادہ ہو جائے، یہ حقائق ہیں۔ یہ اس سے چھپ نہیں سکتے چاہے آج جتنی بھی محبت ہو جائے۔ جب 1991 میں بینظیر صاحبہ کی حکومت گئی تو آصف علی زرداری صاحب جیل میں تھے۔ جب 1996 میں ان کی حکومت دوبارہ گئی تو وہ جیل میں ڈال دیے گئے۔ بینظیر بھٹو صاحبہ اپنے چھوٹے بچوں کو لے کر ان سے جیل میں ملنے جاتی تھیں۔ آج جو ہمارا Foreign Minister ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ایک لمبی زندگی دیں، سیاست ان کی اپنی ہے لیکن وہ اس وقت بچے تھے اور بینظیر صاحبہ ان کی انگلی پکڑ کر انہیں والد سے ملانے کے لئے جیل لاتی تھیں۔ یہ کس نے کیا؟ یہ (ن) لیگ نے کیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: کم از کم وہ آصف علی زرداری صاحب سے 7 سال کا تجربہ لے لیں تاکہ کوئی بہتری آسکے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ میں نے جو تجاویز دی ہیں، اس پر serious consideration کے لئے ساری parties and senior دوست بیٹھیں۔ جو Ministry of Defence کے ماتحت لاڑکانہ میں LINAR اور نواب شاہ میں نورین ہسپتال ہے، یہ دونوں پیپلز پارٹی کے اکثریتی اضلاع ہیں، ان کے لئے کم از کم پیسے رکھے جائیں۔ بلوچستان اور سندھ کے جو غریب عوام ہیں، اس سے ان کا بھلا ہو جائے گا۔ میں آخر میں یہی کہوں گا کہ چلیں ہمیں چھوڑیں چاہے ہم نے جو بھی کیا۔ آپ کم از کم اپنے allies کے ساتھ تو انصاف کریں۔ ابھی BAP party کا کوئی بھی سینیٹر ایوان میں موجود نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان 10 ارب روپے کے لئے کہتے رہے۔ انہیں تو پیسے دیں یا اس کے لئے بھی آپ کو خان صاحب نے منع کیا ہے۔ آپ کو خان صاحب پر بڑا غصہ آتا ہے۔ کوئٹہ میں ایڈوکیٹ عبدالرزاق شر قتل ہوئے۔ آپ نے FIR خان صاحب پر کٹوائی۔ آپ کے advisors کہتے ہیں کہ انہیں خان صاحب نے قتل کروایا ہے۔ اگلے دن ان کی بیوی آکر کہتی ہے کہ خان صاحب نے قتل نہیں کروایا ہے بلکہ میرے دیور نے میرے شوہر کو

قتل کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ صوبہ بلوچستان کو تو 10ارب روپے دیں۔ جو BAP ہے، اس کے ساتھ تو شفقت سے پیش آئیں باقی عوام کو چھوڑیں، شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ سیکرٹری صاحب! Ministries سے کون، کون آئے ہیں، مجھے ان کی attendance list دیں۔ جی سینیٹر نزہت صادق۔

Senator Nuzhat Sadiq

سینیٹر نزہت صادق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! بجٹ پر بات ہو رہی ہے۔ Federal Minister for Finance and Revenue اور اتحادیوں نے ان challenging times میں جو بجٹ پیش کیا ہے، میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک balanced اور اچھا بجٹ ہے۔ Salaried لوگوں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں Grade 1 to Grade 16 تک 35 فیصد اور Grade 17 to Grade 22 کے gazetted officers کی تنخواہوں میں 30 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ Pensioners کی پنشن میں 17.5 per cent اضافہ کیا گیا ہے۔ ڈار صاحب نے کم سے کم اجرت 25 ہزار روپے سے بڑھا کر 32 ہزار روپے کر دی ہے۔ اس بجٹ میں خاص بات یہ ہے کہ حکومت نے بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی foreign exchange remittance limit بڑھادی ہے۔ اس سے ہمیں foreign exchange reserves میں بہتری نظر آئے گی۔ سالانہ 50 ہزار سے زائد ڈالر زر مبادلہ بھیجنے والوں کے لئے خاص مراعات کا اعلان کیا گیا ہے۔ ان مراعات میں انہیں Diamond Card, free gratis passport, اور پاکستانی سفارت خانوں میں ترجیحی بنیادوں پر ان کی رسائی ممکن ہو گی۔ اس کے علاوہ پاکستان آنے پر ائیر پورٹ پر fast track immigration کی سہولت میسر ہو گی اور اسٹیٹ بینک کی طرف سے اس میں بڑے انعامات کی سکیم کا اجراء شامل ہیں۔ اس سال کوئی نیا ٹیکس نہیں لگ رہا ہے۔ حکومت نے ہر ممکن حد تک relief دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بجٹ کا اعلان ہوا، عوام کو اس سے جو relief میسر ہوئی ہے، اس کے نتائج ہمیں آگے بھی یقیناً نظر آئیں گے۔

جناب! معاشرے کے کمزور طبقات کے مالی استحکام کو یقینی بنانے کے لئے macroeconomic stability اس بجٹ کی اولین ترجیح ہے۔ I.T کے ساتھ، ساتھ solar panel manufacturing اور اس کے خام مال پر customs duty کو ہٹا دیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا قدم ہے جو طویل مدت میں منافع کی ادائیگی کرے گا اور اس سے دور رس نتائج حاصل ہوں گے۔ اگر ہم women empowerment کے حوالے سے بات کریں تو پانچ بلین کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ Business کے لئے business loans کے حوالے سے training فراہم کی جائے گی۔ خواتین کے لئے tax rate کو relax کیا جارہا ہے۔ youth کے حوالے سے وزیراعظم یوتھ پروگرام 2013 میں شروع کیا گیا تھا، جب نواز شریف صاحب کی حکومت تھی تب یہ پروگرام شروع کیا تھا۔ مریم نواز شریف صاحبہ اس کی پہلی Chairperson تھیں، اور میں as a Coordinator اس کو دیکھ رہی تھی۔ ہم نے اس میں مختلف پروگرام شروع کئے تھے۔ اس میں، میں بتاتی چلوں کہ آٹھ لاکھ سے زائد Skills scholarships دی گئیں تھیں، دس لاکھ سے زائد لیپ ٹاپ، قرض حسنہ کے تحت business loans دیئے گئے تھے۔ پچاس ہزار internships اور چار لاکھ پچاس ہزار scholarships, Punjab Education Endowment Fund کے تحت دیئے گئے تھے۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کا ہمیشہ سے یہ مقصد اور aim رہا ہے کہ وہ نوجوانوں کے مسائل کے حل کو اولین ترجیح دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کے لئے آسانیاں فراہم کرنے کے لئے یہ اقدامات جو ہم نے اٹھائے وہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میاں صاحبان یقیناً نوجوانوں سے محبت کرتے ہیں اور نوجوانوں پر خاص توجہ اس لئے بھی ہے کہ وہ ہمارے ملک کے خوشحال مستقبل کے ضامن ہیں اور ایک important part play کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے نوجوان جو business کر رہے ہیں ان کی business income پر پچاس فیصد ٹیکس کم کر دیا گیا ہے۔ اس opportunity کو avail کرنے کے لئے business کرنے والے نوجوانوں کی عمر تیس سال ہونی چاہیے۔

وزیراعظم یوتھ پروگرام کے تحت چھوٹے loans کے لئے 10 billion allocate کئے گئے ہیں، جو ان کو discounted rate پر loan provide کریں

گے تاکہ وہ ان loansکے ساتھ اپنا businessشروع کر سکیں۔ specialized trainingsکے حوالے سے پانچ بلین کی رقم allocateکی گئی ہے جو یوتھ کو trainکرنے کے لئے دی جائے گی۔

جناب چیئرمین! حال ہی میں سینیٹ کی میری ٹائم افیئرز کمیٹی گوادر گئی تھی اور انہوں نے دیکھا اور اس بات کو جانا اور کمیٹی نے اس کو endorseکیا کہ گوادر کو tax free zone declareکرنا چاہیے۔ اس سے یہاں پر investmentsآئیں گی اور یقیناً ہمیں ترقی ہوتی ہوئی نظر آئے گی۔

جناب چیئرمین! اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ایک تجویز دینا چاہتی ہوں جیسے ہمیں معلوم ہے کہ ہماری کرنسی، ہمارے نوٹوں پر اکثر لوگ نشان لگادیتے ہیں، ان پر کچھ لکھ دیتے ہیں مگر یہ قانون ہے کہ قائداعظم کی تصویر پر کوئی نشان اور کوئی چیز لکھی نہیں ہوگی۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے اور یہ آپ سب کو معلوم ہے کہ یہ نوٹ acceptنہیں ہوتے اور اس کے لئے پھر آپ کو سٹیٹ بنک ہی جانا پڑتا ہے جو ایک طرح کا deterrentہے۔ ایسا ہی قانون پورے نوٹ کے لئے لاگو کردینا چاہیے تاکہ نوٹ اور ہماری کرنسی صاف ستھری رہے۔

جناب چیئرمین، 9 مئی کے واقعات کے حوالے سے یقیناً میں ان کو condemnکرنا چاہوں گی جو اس دن واقعات ہوئے، جس طریقے سے تباہی پھیری گئی، ہم نے دیکھا کہ ہسپتالوں کو جلادیا گیا، پشاور میں اور جگہوں کی طرح ہم نے دیکھا کہ وہاں بھی املاک کو نقصان پہنچایا گیا اور وہاں ہماری سب سے قدیم ریڈیو پاکستان کی عمارت کو بھی جلایا گیا اور اس کا تمام قیمتی ریکارڈ جلادیا گیا۔ اس طرح ہم نے دیکھا کہ شہداء کی تصویروں کو بھی جلایا گیا۔

آپ کو پتا ہے کہ ابھی ہم حال ہی میں ماسکو کا دورہ کرکے آئے ہیں اور ہم نے وہاں ان کے ہیروز کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ یہاں اس طرح کا رویہ ہونا بڑا ہی افسوس ناک تھا۔ جناح ہاؤس کو ہم نے دیکھا کہ کس طرح وہ اندر گئے، کس طرح گھسے اور کس طرح انہوں نے اس کو جلایا اور پوری بلڈنگ کو تباہ کردیا۔ اس کی تمام ویڈیوز اور آڈیوز موجود ہیں، جس طرح instructionsدی گئیں اور جس طرح انہوں نے پلاننگ کی، یہ تمام ریکارڈ موجود ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ اس جرم کے مرتکب جتنے بھی لوگ ہیں ان کو سزائیں ملنی چاہییں۔ یہ ایک deterrentہوگا اور آئندہ کے

لئے لوگ سوچیں گے کہ ایسی تباہی اور ایسا نقصان ملک کی چیزوں کو نہیں پہنچانا چاہیے۔ جس طرح ہماری سوسائٹی ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارا structure and social fabric تباہ ہوا ہے۔ یقیناً ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری یوتھ کے mind set کو بھی خراب کیا گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ سیاست میں برداشت، رواداری اور تمیز کو واپس لانا ہوگا۔

آخر میں، میں وزیراعظم شہباز شریف صاحب اور ان کے اتحادیوں کی اور coalition partners کی مشکور ہوں کہ جس محنت، لگن اور نیک نیتی سے عوام کی خدمت کر رہے ہیں وہ یقیناً commendable ہے۔ اور current coalition government نے کم عرصے میں جو measures لیے ہیں اور جو اقدامات اٹھائے ہیں اور جس طریقے سے انہوں نے ملک کو stability کے راستے پر گامزن کیا ہے وہ بھی بڑا خوش آئند ہے اور بڑا commendable ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، جی سینیٹر امام الدین شوقین صاحب۔

Senator Imamuddin Shougeen

سینیٹر امام الدین شوقین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے 24-2023 کے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ یقیناً میرے نزدیک یہ بجٹ کوئی مثالی بجٹ نہیں ہے اور نہ یہ کوئی غریب پرور بجٹ ہے۔ یقیناً یہ مشکل بجٹ ہے لیکن اس بجٹ پر بات کرنے سے پہلے میں یہ ضرور چاہوں گا کہ ہم بات کریں کہ یہ بجٹ کن حالات میں بنایا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! آج کل ہمارے ملک کے جو معاشی حالات ہیں وہ سب ہمارے سامنے ہیں۔ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک کے اس وقت چودہ ہزار ارب کے اخراجات ہیں اور صرف سات ہزار ارب ہماری انکم ہے یعنی سود ادا کرنے کے لئے بھی ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں جو سود 7.3 ٹریلین ہے۔ اس کے بعد ہمارے دفاعی اخراجات، پورے ملک کو چلانے کے لئے salaries and development کے لئے ہمیں قرض لینا پڑتا ہے۔

ہمارے پی ٹی آئی کے دوستوں نے یہاں بات کی اور تنقید کی، تنقید برائے اصلاح ہوتی ہے تو بہت اچھی لگتی ہے لیکن تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہیے۔ آج کی یہ بجٹ کی جو صورت حال ہے،

اس سے پہلے پی ٹی آئی جو پچھلے پونے چار سال حکمران رہی اس میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے یہاں بہت باتیں کیں لیکن میں چند figures آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ جس وقت انہوں نے حکومت سنبھالی تھی تو اس وقت ملک کا قرضہ پچیس ہزار ارب روپے تھا، صرف پونے چار سال میں تقریباً پچاس ہزار ارب، ڈبل سے زیادہ قرض ہو گیا۔ جس کا سود ہمیں آج ادا کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب چیئرمین، اسی طریقے سے اگر ہم external debt کی بات کریں تو وہ اس وقت 95 ارب روپے تھا جو بڑھ کر 130 ارب روپے ہو گیا یعنی 35 ارب ڈالر جو کہ تقریباً سو کھرب روپے کے برابر ہوتے ہیں، جو ہمارے گلے ڈال دیئے گئے۔ گردشی قرضے کی اگر ہم بات کرتے ہیں تو ان کی حکومت نے 2018 میں 1148 ارب کے گردشی قرضے تھے جو بڑھ کر 2468 ہو گئے یعنی ڈبل سے بھی زیادہ گردشی قرضہ وہ چھوڑ کر گئے۔

جناب چیئرمین! اسی طریقے سے جب پی ٹی آئی کی حکومت کو یہ اندازہ ہوا کہ وہ ایوان میں اپنی اکثریت کھو چکے ہیں تو جو انہوں نے بین الاقوامی معاہدے خصوصاً آئی ایم ایف سے جو معاہدے کئے تھے انہوں نے ان سے انحراف کیا۔ جو وہ خود commitment کر کے آئے تھے کہ وہ گیس، بجلی اور انرجی پر subsidy withdraw کریں گے تو انہوں نے بجائے subsidy withdraw کرنے کے لوگوں کو اس پر subsidy دینا شروع کر دی۔ اس طرح آئی ایم ایف کا جو trust تھا وہ trust deficit ہمارے لئے مسائل پیدا کر رہا ہے حالانکہ پاکستان نے وہ تمام بہت سارے اقدامات کئے ہیں جو بہت سخت تھے اور بہت تکلیف دہ تھے لیکن اس کے باوجود ڈومور، ڈومور کی باتیں ہو رہی ہیں اور جاتے جاتے وہ معیشت پر بارودی سرنگیں بھی بچھا گئے۔

جناب چیئرمین! جو آج حالات ہیں، جن حالات میں یہ بجٹ بنایا گیا ہے، ہمارے وسائل بڑے محدود ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان وسائل کے اندر رہتے ہوئے اس طرح کا بجٹ دینا جس میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا جو قابل تعریف بات ہے۔ اپوزیشن کے بہت سے دوستوں نے بات کی کہ جی آپ نے نہ تو Retail Sector پر کوئی ٹیکس لگایا، نہ رئیل سٹیٹ پر کوئی ٹیکس لگایا، نہ آپ نے زراعت پر کوئی ٹیکس لگایا۔ ان کی پونے چار سال حکومت تھی، انہیں یہ سب کچھ جس پر وہ تنقید کرتے رہے اور میرے بہت سے دوستوں نے کہا کہ جی ہمیں reforms کرنی چاہییں، معاشی

reforms کرنی چاہییں۔ انہیں پونے چار سال معاشی reforms یاد نہیں رہیں جبکہ آج وہ معاشی reforms کی بات کر رہے ہیں۔ ہمارے دوستوں کی طرف سے بڑی اچھی تجاویز آئی ہیں، یقیناً معاشی reforms بھی ضرور ہونی چاہییں لیکن ان کو پونے چار سال میں یہ سب کچھ کر لینا چاہیے تھا۔

جناب چیئرمین! موجودہ بجٹ میں اگر آپ دیکھیں گے تو صرف کچھ luxury items پر اور کچھ ان اداروں پر جو بہت زیادہ منافع بھی کماتے ہیں، اس پر سپر ٹیکس کی مد میں ٹیکس لگایا گیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی نیا ٹیکس نہیں ہے۔ ان مشکل حالات میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے، یقیناً اس وقت مہنگائی تو ہم کم نہیں کر سکتے لیکن salaries increase کر کے اس بات کو ensure کیا گیا ہے کہ لوگوں کی Buying power کو بڑھایا جائے تاکہ ان کو اس مہنگائی میں کچھ ریلیف مل سکے۔

جناب چیئرمین! اسی طریقے سے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام ایک بہت بڑا پروگرام ہے جو بے نظیر صاحبہ کے نام سے شروع ہوا اور پیپلز پارٹی کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ اس نے اس کو شروع کیا۔ پچھلے سال اس میں 250 ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن اس بجٹ میں اس میں تقریباً 450 ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے، جس سے تقریباً ایک کروڑ خاندان مستفید ہوں گے اور اسی پروگرام کو آگے بڑھاتے ہوئے اس میں 83 لاکھ بچوں اور بچیوں کے لیے وظائف رکھے گئے ہیں، جس میں تعلیمی وظائف کے لیے تقریباً 55 ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے، خصوصاً بچیوں کے لیے کیونکہ اس میں تقریباً 52% بچیاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بچوں کے ساتھ ساتھ بچیوں کی تعلیم بھی اتنی ہی ضروری ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بچی کل ایک ماں ہو گی اور ماں کی آغوش سے بہتر کوئی تربیت گاہ نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم اسکالرشپ کی بات کریں تو تقریباً 42 ہزار بچوں کے لیے 92 ہزار اسکالرشپ کے لیے تقریباً 6 ارب روپے اس بجٹ میں رکھے گئے ہیں اور اسی طریقے سے بینظیر نشوونما پروگرام، جو بچوں کے لیے ہوتا ہے اس کے لیے بھی 32 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔

یہاں subsidy کی بات کی گئی ہے کہ جو targeted subsidy دینی چاہیے، بالکل targeted subsidy دینی چاہیے، میں بھی اس کا حامی ہوں، اس بجٹ میں اگر آپ دیکھیں تو اس میں یوٹیلیٹی اسٹور کے چاول، گھی اور چینی پر targeted subsidy کی مد میں 35 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ بیت المال، ہم سب کو معلوم ہے کہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو کہ غریبوں کو

relief فراہم کرتا ہے خصوصاً علاج معالجے میں۔ اس کا ایک اہم کردار ہے اس میں 4 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ جب ہم SMEs کی بات کرتے ہیں، یہاں پر SMEs کی بہت بات کرتے ہیں یقیناً Small Medium Enterprises sector بہت اہمیت کا حامل sector ہے اور اس کی ترقی ملک کی ترقی ہے اور اس کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ Banks SMEs sector کو loan دینے سے بہت کتراتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس میں ان کا bad debt ہو جاتا ہے پیسے ڈوب جاتے ہیں پہلی دفعہ حکومت نے اس میں اقدام کیے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ تعریف کے قابل ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جو bank SMEs کو loan دے گا تو ہم جو بینکوں کا عام profit پر ٹیکس ہے وہ 39% ہے ہم سب جانتے ہیں انہوں نے اس کو کم کیا ہے کہ اگر وہ اس میں final کریں گے، SMEs کو loan دیں گے تو اس کو انہوں نے 19% کم کرکے 20% ان سے ٹیکس لینے کی ان سے بات کی گئی ہے۔

جناب والا! پہلی دفعہ یہ کیا گیا ہے کہ SMEs sector کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کے risk کو کم کرنے کے لیے حکومت نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر ان کا loan کسی وجہ سے default کر جائے گا تو اس کا 20% وفاقی حکومت خود برداشت کرے گی۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ SMEs sector کے لیے ایک بڑا relief ہے اور بینکوں کو یہ کہا گیا ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے کچھ اقدامات کیے گئے ہیں تاکہ SMEs sector کو جس کی ہمیشہ شکایت رہی ہے کہ SME sector کو بینک consider نہیں کرتا۔

جناب والا! یہاں پر انڈسٹری کی کچھ باتیں ہوئیں یقیناً آج کے دور میں انڈسٹری جن حالات سے گزر رہی ہے، بجلی اور گیس کے جس طرح ریٹ میں اضافہ ہو گیا ہے اور جو مشکلات ہیں اس اضافے کے باوجود دستیاب بھی نہیں ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں صنعتوں کو چلانا کسی بھی طرح ایک جہاد سے کم نہیں ہے اور حکومت نے ان برے حالات اور سخت معاشی صورتحال کے باوجود کوشش کی ہے کہ انڈسٹری پر کسی قسم کا کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جائے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جو انڈسٹری کے اندر textile sector ہے وہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور ہماری برآمدات کا جو بڑا حصہ ہے وہ ہم تقریباً 65% textile sector سے حاصل کرتے ہیں اور ہم سب کو معلوم ہے کہ پچھلے کئی ادوار سے کپاس ہمارے ملک میں خراب ہونے لگ گئی جس کی وجہ سے کاٹن کی جگہ

man-made fiber نے لے لی اور پہلی مرتبہ synthetic fiber پر ڈیوٹی کم کر دی گئی ہے جو 5% ڈیوٹی تھی وہ ہٹا دی گئی ہے تاکہ synthetic fiber سے value added کرکے اس کو export کیا جائے اور اس طریقے سے textile sector کو کسی طرح relief دیا جائے۔ پھر pet scrap جو اس ملک میں import ہوتا تھا اس کو recycle کرکے yarn بھی بنایا جاتا ہے، fiber بھی بنایا جاتا ہے، اس پر جو 20% duty تھی، اس کو بھی کم کرکے 11% کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی industry کے لیے ایک اچھا relief ہے۔ اسی طرح ٹیکسٹائل مشینری کی import پر بھی duty exempt کر رہے ہیں۔ یہاں پر ہمارے دوستوں نے سمندر پار پاکستانیوں کی بات کی ہے۔ یقیناً سمندر پار پاکستانی ہمارے لیے بہت احترام اور اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمارے ملک کی معیشت اور تعمیر و ترقی میں بہت بڑا حصہ ہے کیونکہ ان کی remittances export کے مساوی ہوتی ہیں۔ ہر حکومت نے ان کے لیے باتیں کی ہیں۔ پی ٹی آئی کی حکومت بھی یہ کہتی رہی ہے کہ وہ overseas میں بہت popular جماعت ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عملاً انہوں نے ان کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ اس حکومت نے ان کو recognize کیا ہے اور اس ضمن میں انہوں نے ان کے لیے کچھ اقدامات لیے ہیں جو میرے مطابق بہت لائق تحسین ہیں۔ پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ جو باہر سے investment آئے گی اور اس investment سے جو property خریدیں گے اور اس پر جو 2% final tax لگتا تھا وہ بھی انہوں نے ختم کر دیا ہے۔ پھر ان لوگوں کو recognize کرنے کے لیے انہوں نے diamond cards issue کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان کے لیے diamond cards کا اجراء کیا جا رہا ہے بلکہ ان کے لیے airports پر fast tracks بنائے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو سالانہ US$ 50000 ملک میں بھیجیں گے ان کے لیے ایک prohibited bore licence تحفے کے طور پر دینے کی بات کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو قرعہ اندازی کے ذریعے مختلف انعامات دینے کی بھی تجویز ہے۔ یقیناً یہ اقدامات کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہیں، ایسا دنیا کے دیگر بہت سے ممالک میں ہوتا ہے لیکن ہمارے ملک میں یہ چیز پہلی مرتبہ recognize کی گئی ہے۔ اس اس طرح کسی سمندر پار پاکستانی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے تو یقیناً

یہ ان کے لیے ایک بہت اچھا پیغام ہے جو کہ اس حکومت نے کیا ہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ بہت پہلے سے ہو جانا چاہیے تھا۔

جناب عالی! بجٹ پر ہم باتیں تو بہت ساری کر سکتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحب! اب آپ conclude کر لیں۔

سینیٹر امام الدین شوقین: جناب عالی! دیکھیں، آپ نے سب کو بیس، بیس منٹ دیے ہیں، مجھے بھی تھوڑا سا وقت دے دیں۔ پھر تعلیم کی بات ہوئی ہے، یقیناً تعلیم ہمارے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ گو کہ یہ ایک صوبائی subject ہے لیکن Higher Education کی ہمارے ہاں بہت ضرورت ہے اور ہم اپنے پڑھے لکھے لوگوں کو scholarship پر اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر نہیں بھیج سکتے تھے، ہمارے ہاں research بہت کم تھی، ہمارے ہاں Ph.Ds. بہت کم produce ہو رہے تھے لیکن اس مرتبہ حکومت نے تقریباً 70 ارب روپے کی رقم مختص کی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ ایک اچھا اقدام ہے۔ اسی طرح نوجوانوں کی تعلیم کے لیے کمپیوٹر کی اہمیت سے ہم بالکل آگاہ ہیں اور اس حکومت نے ان کے لیے 10 ارب روپے مختص کیے ہیں۔ پھر vocational training کی بات ہے، اس کے لیے بھی 05 ارب روپے سے زیادہ مختص کیے گئے ہیں۔ پھر I.T. کے لیے بہت مراعات دی گئی ہیں۔ جیسا کہ آپ حکم فرما رہے ہیں کہ میں بات مختصر کروں تو میں I.T. کی مد میں کیے گئے اقدامات کی بات نہیں کروں گا جبکہ اس میں بھی بہت support کی گئی ہے۔

پھر توانائی ہمارے ملک میں ایک بہت بڑا مسئلہ رہا ہے اور اس کے لیے اس بجٹ میں 107 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میری بات کا لب لباب یہ ہے کہ حکومت نے بہت کوشش کی ہے کہ ان مشکل حالات میں اور وسائل کے فقدان کے باوجود کچھ نہ کچھ گنجائش نکالی جائے اور جو لوگ غریب ہیں یا جو غربت کی لکیر سے نیچے ہیں ان کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کیا جائے۔

آخر میں جناب چیئرمین! میں ایک تجویز دینا چاہوں گا لیکن اس سے پہلے ایک بات یہ ہے کہ ہمارے ایک دوست نے اعتراض کیا جو مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی ایک دوسرے کے نزدیک آئے۔ بیشک ماضی میں ان دونوں پارٹیوں کے اختلافات ہوں گے لیکن انہوں نے وقت سے سبق سیکھا اور سمجھا کہ اس ملک کی ترقی کے لیے سب کو مل کر چلنا چاہیے اور سیاست دانوں کو

dialogue سے کبھی بھی نہیں بھاگنا چاہیے۔ اسی لیے انہوں نے میثاق جمہوریت بھی کیا جس کا آج یہ نتیجہ ہے کہ ہم آج ایک دوسرے کے قریب ہیں، ایک دوسرے کو سنتے ہیں اور ہم میں برداشت کی قوت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ اسی لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جتنی میثاق معیشت کی ضرورت ہے وہ شاید پہلے کبھی بھی نہیں تھی۔ ان پی ٹی آئی والوں کو ان کے دور حکومت میں جو کہ پونے چار سال کا تھا جس میں یہ خود کہتے تھے کہ جی تمام stakeholders ان کے ساتھ تھے، establishment ان کے ساتھ تھی، تمام پارٹیاں on board تھیں، ان سب کے باوجود بھی یہ معیشت کو ٹھیک نہیں کر سکے۔ ہم ان پر الزامات نہیں لگا رہے ہیں کیونکہ ساڑھے تین، پونے چار سال انہوں نے بھی حکومت کی ہے، اگر اس کو حکومت چلانا کہتے ہیں کہ 25 ہزار ارب کا قرضہ 50 ہزار ارب روپے کر دیں اور قرضہ لے لے کر حکومت چلائیں اور آنے والی حکومت اس قرضے کو اتارے بھی اور اس پر سود بھی ادا کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو سوچنا چاہیے اور میثاق معیشت کرنا چاہیے اور مل کر بیٹھنا چاہیے اور صرف ضد برائے ضد نہیں کرنی چاہیے اور یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں سیاسی لوگوں سے گفتگو نہیں کروں گا جبکہ معیشت سیاسی لوگوں نے ہی ٹھیک کرنی ہے۔ میں ان کو یہ مشورہ دوں گا کہ مہربانی کریں، میثاق معیشت کریں۔

جناب ! میں آخر میں چند تجاویز بھی دوں گا کیونکہ ہم تنقید تو بڑی کرتے ہیں لیکن اس وقت ہمارے ملک کی معاشی صورتحال جو اتنی خراب ہو گئی ہے یہ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اس کو ٹھیک کرنے کے لیے، جناب چیئرمین ! آپ بھی ایک صنعت کار ہیں، آپ بھی مجھ سے بہتر جانتے ہیں، جب تک ہم چند چیزوں کو نہیں کریں گے شاید ہم اسے بہتر نہیں کر سکیں گے۔ صنعت کو بحال کرنے اور چلانے کے لیے ہمیں سستی بجلی اور گیس produce کرنا ہو گی۔ آج کل تو صورت حال یہ ہے کہ یہ available بھی نہیں ہیں۔ برآمدات کو بڑھانا ہو گا، درآمدات کے ساتھ ساتھ ہمیں ان industries کو focus کرنا ہو گا جو import based ہیں، ہم بہت بڑا foreign exchange ضائع کر دیتے ہیں، ہمیں اس ملک میں ایسی industries لگانی چاہییں جو import کا نعم البدل ہوں تاکہ ہمارا یہ بل کم ہو۔

ہمیں زراعت پر توجہ دینی چاہیے۔ حزب اختلاف کے ایک دوست نے بیج کی بات کی تھی، بڑی بد قسمتی ہے کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک تھا، ہم گندم بھی زیادہ پیدا کرتے تھے، cotton بھی

پیدا ہوتی تھی، ہم برآمد کرتے تھے لیکن آج بدقسمتی سے درآمد کرنے والے ملک بن گئے ہیں۔ اس میں بھی اس حکومت نے زراعت کے دوستوں کے لیے بڑی مراعات دی ہیں کہ ان کو پہلی مرتبہ تمام بیجوں کو import free کر دیا گیا ہے اور زراعت کے لیے 2,200 ارب روپے رکھے ہیں، ان کو loans کی facility provide کی گئی ہے۔ اسی طریقے سے آج ٹیوب ویل کو بجلی اور ڈیزل سے چلانا بہت مشکل ہو گیا ہے، اس کی input cost بہت زیادہ ہے، یہ پہلی مرتبہ ہے کہ حکومت پچاس ہزار tube-wells کو solar پر لا رہی ہے، یہ بھی ایک اچھا اقدام ہے۔ بیج کو free of duty کر دیا گیا ہے، یہ زراعت کے لیے ایک اچھا قدم ہے۔

آخر میں ایک چیز ضرور عرض کرنا چاہوں گا، ہو سکتا ہے کہ میری پارٹی کے کچھ لوگ اور کچھ سینیٹرز دوست بھی مجھ سے اختلاف کرتے ہوں۔ جناب چیئرمین! ہماری کچھ state oriented organizations ہیں جیسے پی آئی اے، ریلوے، LESCO, FESCO, وغیرہ ملک میں سو سے زیادہ ادارے ہیں، ہمارے خون پسینے کی کمائی ایک ہزار ارب روپے یہ کھا جاتے ہیں۔ ہم بچپن سے یہ سنتے چلے آرہے ہیں کہ اب پی آئی اے restructure ہو رہا ہے، اب ریلوے restructure ہو رہا ہے، بال سفید ہو گئے لیکن اب تک کوئی restructure نہیں ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا گہرا کنواں ہے جس میں ہم جتنے پیسے ڈالتے چلے جا رہے ہیں، وہ ضائع ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

میری یہ دردمندانہ درخواست ہو گی کہ مہربانی کر کے اس پر ایک کمیشن بنایا جائے اور ان کو privatize کیا جائے تاکہ ہم اس نقصان سے بچیں۔ میری اس تجویز سے بہت سارے دوست اختلاف بھی کریں گے لیکن یہ ایک کڑوا سچ ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن میں ایک point of public importance پر کچھ عرض کروں گا، میرے دوستوں نے بھی بات کی۔ جب وزیر اعظم پاکستان سندھ تشریف لائے تھے، چونکہ آپ کو پتا ہے کہ سیلاب کے حوالے سے تقریباً تیس ارب ڈالر جو کہ ایک کھرب روپے کے مساوی بنتا ہے، خصوصاً سندھ میں بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ سندھ میں اب تک کچھ جگہوں پر پانی کھڑا ہے۔ میں آپ کے توسط سے وزیر اعظم صاحب کو یہ یاد دہانی کراؤں گا کہ یہ ان کا وعدہ تھا۔ سندھ میں سروے ہو چکے ہیں، لوگ اس انتظار میں ہیں کہ انہیں

compensation ملے گی۔اگر یہ پیسے آئیں گے تو ہم ان کی rehabilitation کر سکیں گے،ان کے لیے مکانات بنا سکیں گے۔ سندھ وزیر اعظم صاحب کے اس اعلان کا منتظر ہے۔

اسی طریقے سے ہماری جو counting ہو رہی ہے، اس پر بھی ہمارے کچھ تحفظات ہیں چاہے دیہی سندھ ہو یا چاہے شہری سندھ ہو، ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہمیں کم گنا جا رہا ہے جس کی وجہ سے آگے چل کر ہمارے وسائل جو ہمیں این ایف سی ایوارڈ میں ملیں گے، اس پر بڑا اثر پڑے گا۔ میں عرض کروں گا کہ K-IV کے لیے بھی یہاں بات ہوئی کیونکہ کراچی میں پانی کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ یہ کوئی سوا ارب روپے کا منصوبہ ہے،اس مرتبہ اس کے لیے سات ارب روپے رکھے گئے ہیں،اس میں بھی enhance ہونی چاہیے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب۔

Point of public importance raised by Senator Mian Raza Rabbani regarding implementation of IMF policies causing closure of industry amid financial crisis

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب ! شکریہ، ویسے تو آپ نے مجھے پرسوں وقت دیا تھا لیکن صرف دو منٹ کا ایک point of public importance ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے ہے کہ بین الاقوامی سامراج کے کہنے پر آئی ایم ایف شاید agreement نہیں کرنے جا رہا۔ اب وہ بجٹ میں بھی نیم میخ نکال رہا ہے اور شاید تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہے کہ اس طرح کسی sovereign ملک کے بجٹ کو کوئی بین الاقوامی مالیاتی سامراج ایجنسی دیکھے لیکن میرا جو اصل point ہے وہ یہ ہے کہ آئی ایم ایف کے کہنے پر مختلف policies لائی گئیں جس سے پاکستان کا جو محنت کش، پاکستان کا کھیت مزدور اور پاکستان کا فیکٹری مزدور ہے،ان کے روزگار پر قدغنیں لگیں۔ اب موجودہ بجٹ کی وجہ سے ایک خدشہ پیدا ہو رہا ہے کہ بالخصوص ٹیکسٹائل اور اسٹیل میں آئندہ ایک ہفتے میں شاید ملیں بند ہو جائیں اور اس وجہ سے فیکٹری مزدور کی ایک بہت بڑی تعداد affect ہو گی اور بے روزگار ہو گی۔

میں آپ کے توسط سے وزارت خزانہ اور وزیر خزانہ کی توجہ اس پر دلوانا چاہتا ہوں کہ پہلے ہی سے غریب پس رہا ہے۔ اگر اس طرح فیکٹری مزدور کی redundancies ہونے لگیں تو یہ ملک کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر عابدہ عظیم صاحبہ۔

Further discussion on the Finance Bill, 2023-24

Senator Abida Muhammad Azeem

سینیٹر عابدہ محمد عظیم: شکریہ، جناب چیئرمین! پاکستان جن معاشی مشکلات سے گزر رہا ہے، ان میں بجٹ پیش کرنا ایک مشکل کام ہے ان تمام وزراء کے لیے جو بجٹ تیار کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک کے معاشی حالات ٹھیک نہیں ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ یہ حالات رونما ہوئے۔ یقیناً پچھلی حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے آج غریب عوام مشکل زندگی گزار رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! پچھلے budgets کی طرح اس بجٹ میں بھی پشتون بیلٹ کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ میں نہیں کہتی، آپ یہ PSDP کی کتاب دیکھ لیں۔ حال ہی میں مردم شماری ہوئی جس سے کوئی بھی مطمئن نہیں ہے۔ اس میں پشتون اور بلوچ تقریباً 50-50 ہیں۔ ہمارے بلوچ بھائیوں کو جو schemes دی گئی ہیں، اس سے ہم خوش ہیں، میں چاہتی ہوں کہ حکومت ہمارے پشتون بیلٹ کو بھی نظر انداز نہ کرے اور برابری کی بنیاد پر حقوق دیے جائیں۔

جناب چیئرمین! ایچ ای سی کی 4,600 million روپے کی schemes میں سے صرف 600 million پشتون علاقوں کو دینا کہاں کا انصاف ہے؟ اسی طرح بجلی کی 58 million کی schemes میں سے صرف 437 million پشتون بیلٹ کو دینا انصاف کی بات نہیں ہے۔

میں سفارشات دے رہی ہوں کیونکہ ہمارے پانچ سال پورے ہو چکے ہیں، ہر سال ہم سفارشات دیتے ہیں، ان پر کوئی عمل نہیں ہوتا، میری گزارش ہوگی کہ اس بار حکومت ان پر عمل کرے۔ بیت المال، بلوچستان کے فنڈز کو پچھلی حکومت نے بند کیا، میں چاہتی ہوں کہ اس بار ان کو بحال کیا جائے۔ سی پیک مغربی روٹ کو بحال کر کے اس پر کام تیز کیا جائے اور Bostan Economic Zone کو شروع کیا جائے۔ ML-1 ریلوے منصوبے کی طرح مغربی روٹ پر بھی ریلوے لائن بچھائی جائے۔ چمن بادینی گیٹ وے پر چھوٹے تاجروں کے لیے آسانیاں پیدا کی جائیں۔ پی ایس ڈی پی میں پشتون بیلٹ کے ساتھ کی جانے والی ناانصافیوں کا ازالہ کرنے کے لیے Northern Balochistan Package کا اعلان کیا جائے۔

قدرتی آفات کی وجہ سے پورا بلوچستان متاثر ہوا ہے۔ دو فصلیں پوری طرح تباہ ہو گئی ہیں، اس لیے کاشتکاروں کے لیے special package کا اعلان کیا جائے۔ جناب چیئرمین! میں نے پچھلی بار بھی شیرانی کے جنگلات کی بات کی، اس پر عمل نہیں ہوا۔ میں چاہتی ہوں کہ اس بار ان کے لیے کچھ فنڈ مختص کیے جائیں تاکہ ان کا ازالہ ہو جائے۔

جناب چیئرمین! حالت یہ ہے کہ بلوچستان یونیورسٹی کے ملازمین کی تنخواہیں نہیں دی جا رہی ہیں، اگر دی جاتی ہیں تو وہ قسطوں میں دی جاتی ہیں۔ پھر اگر ہم مایوس نہ ہوں تو کیا ہوں۔ میری چند سفارشات ہیں، براہ مہربانی ان پر عمل کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر اسد علی جونیجو صاحب۔

Senator Muhammad Asad Ali Khan Junejo

سینیٹر محمد اسد علی خان جونیجو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! آج بجٹ کی تقریر کے حوالے سے فائدہ لیتے ہوئے میں کچھ اور بھی چیزیں بیان کروں گا، سب سے پہلے یہ جو 9th May کا واقعہ ہوا، اس کی میں پرزور مذمت کرتا ہوں، بہت خراب واقعہ ہوا، پاکستان کی چار جنگیں، 1948,1965, 1971 اور 1998 میں کارگل کی جنگ ہوئی، ان سب میں ہماری armed forces نے ملک کی حفاظت کی، ان کی تنصیبات target ہوئیں اور 2009 میں جو GHQ کا حملہ ہوا تھا 2014 میں پشاور اسکول کا واقعہ ہوا تھا وہ terrorists نے کیا تھا، پاکستان کی عوام نے نہیں کیا تھا۔ اس بار ایک نئی چیز مثال ہوئی کہ پاکستان کے لوگ جو گلیوں میں چلنے والے، انہوں نے فوج کی چیزوں پر حملہ کیا، شہداء کی تصویروں کی بے حرمتی کی، ایئر فورس کے جو مثالی جہاز تھے ان کو جلایا گیا، یہ ایک بڑا افسوسناک واقعہ تھا۔ میں پرزور کہوں گا جو اس میں involved تھے ان کی تصویریں اور وڈیوز بھی آ گئی ہیں، ان کی اپنی بھی بنی ہوئی ہیں۔ ان کو سزائیں ملنی چاہیں، اس میں کمزوری نہ دکھائی جائے لیکن میں دو تین دنوں سے ایک چیز دیکھ رہا ہوں کہ یہاں پر حکومت کی طرف سے اور حزب اختلاف کی طرف سے جو تقریریں ہوئی ہیں، اس میں مذمت کی گئی، even اس واقعے کی opposition side سے بھی مذمت کی گئی۔ یہاں پر جو معزز سینیٹرز بیٹھے ہوئے ہیں، opposition side کے بھی بیٹھے ہوئے ہیں یہ عزت دار لوگ ہیں، اتنے عرصے میں مجھے ان میں ایسا کوئی نظر نہیں آیا کہ انہوں نے کبھی پاکستان کی stability کی طرف یا پاکستان کی سالمیت کی

طرف آنکھ اٹھائی ہو اور غالباً اسی وجہ سے یہاں پر بیٹھے بھی ہوئے ہیں ورنہ جو پکڑ دھکڑ ہوئی ہے، جو culprits ہیں وہ تو اس وقت behind bars ہیں، میں اس پورے واقعے کی پر زور مذمت کرتا ہوں اور میں یہ بھی کہوں گا ان کو قانون کے مطابق جو سزائیں ہیں وہ ضرور ملنی چاہیں، ہم نے 1947 سے ایسا کبھی نہیں سنا، یہ دوبارہ نہ اٹھیں۔ Last year Pakistan کے لیے ایک بڑا المیہ تھا جو سارے پاکستان میں سیلاب آیا، اس میں تھوڑا بہت پنجاب لیکن خیبر پختونخوا، بلوچستان اور سندھ، ہم نے بجٹ میں بھی سنا اور ویسے بھی حکومت کی طرف سے سنتے آئے ہیں کہ اربوں روپے کی امداد آئی اور وہ بانٹی گئی، میں آج یہ ضرور point out کرنا چاہوں گا کہ اس وقت بھی ہزاروں ایسے خاندان ہیں اور گاؤں ہیں جن میں ابھی تک کچھ بھی نہیں آیا specially سندھ میں جہاں پر سانگھڑ اور میرپور خاص، ان علاقوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں even ہمارے اپنے علاقے اور ہمارا اپنا گھر بھی اس بارش اور سیلاب کی وجہ سے متاثر ہوا لیکن میں غریبوں کی بات کر رہا ہوں، وہ ابھی بھی انتظار میں بیٹھے ہیں کہ حکومت اس طرف توجہ دے جس کے لیے میں نے سندھ حکومت سے بھی اور جناب تاج حیدر صاحب سے بھی دو تین بار گزارش کی لیکن میں اپنی مسلم لیگ کی حکومت کو زور دوں گا، اپنی PDM کی فیڈرل حکومت کو زور دوں گا کہ وہ توجہ دیں اور جہاں تک وہ نہیں پہنچ سکے ہیں وہ وہاں پر ضرور جائیں اور ان کی rehabilitation کو ہاتھ سے نہ نکالیں۔

جناب چیئرمین! پچھلے سال کا جو سیلاب تھا اس نے ہمیں ایک اور سبق دیا کہ جو ہمارے پاس حاضر میں crops تھیں وہ ساری بہہ گئیں۔ جانی، مالی اور گھروں کا نقصان تو اپنی جگہ پر ہے لیکن crops بہہ گئیں۔ میں ایک تجویز دوں گا کہ ان کے لیے پانی کی نکاسی کا کوئی حل ضرور نکالیں، دس یا بارہ انچ کی جو لفٹ مشین ہوتی ہیں، اگر وہ استعمال ہوتیں تو شاید جو already crop لگی ہوئی تھی وہ بچ جاتی، میں ایک چھوٹی سی مثال دوں گا اس کی وجہ سے کیا ہوا؟ پیاز جو زمیندار لگاتے ہیں last year پیاز کے truck کی قیمت on average کوئی دو لاکھ دس ہزار یا دو لاکھ تیس ہزار تھی، اس بار فصل تباہ ہونے کی وجہ سے پیاز کے ایک truck کی قیمت سوا دو لاکھ سے بڑھ کر چوبیس لاکھ اور اٹھائیس لاکھ ہو گئی، اگر پانی کے نکاس کا انتظام کیا جاتا، اگر یہ measures اٹھائے جاتے کہ کوئی بند ہو جس کی وجہ سے جو چھوٹے چھوٹے agriculture کے units ہیں ان کو پانی سے بچایا جاتا، سیلاب سے بچایا جاتا تو شاید ایسی حالت خراب نہیں ہوتی۔ تنخواہوں کی جو بجٹ میں

بات کی گئی ہے میں اس کو appreciate کرتا ہوں، کیوں کہ جو businesses ہیں، industries ہیں یا even زمینداری ہے اس میں inputs کی قیمتیں بڑھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ products کی قیمتیں بھی بڑھیں حالانکہ compensation اتنی نہیں ہوئی جتنی مہنگائی ہوئی لیکن پاکستان کے جو salaried persons ہیں وہ سب سے زیادہ affect ہوئے ہیں، آیا وہ ہمارے ذاتی ملازم ہوں یا سرکاری ملازم ہوں، حکومت نے جو یہ تنخواہیں بڑھائی ہیں بہت اچھا کیا ہے لیکن اس کے ساتھ جو pensioners کی بات ہے ان کی pension بھی اسی تناسب سے بڑھنی چاہیے تھی، انہوں نے پاکستان کی حکومت کو اپنی زندگی دی ہے، میں یہ کہوں گا ان کی pension بھی اسی طرح سے بڑھائی جائے۔ جہاں تک گاڑیوں کا تعلق ہے اس وقت قیمتیں آسمان پر ہیں، duties آسمان پر ہیں، کم سے کم ہم electric vehicles کی طرف تو توجہ دے سکتے ہیں۔ electric vehicles دو issues کو handle کرتی ہیں، ایک pollution کو، اس سے شہر کا ماحول اور ہوا صاف رہے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو پٹرول کی ضرورت ہے اس کو بھی cater کرتی ہے، اس وقت electrical vehicles پر 25% duty ہے، یہ اچھی بات ہے جو regulatory duty تھی وہ ختم کر دی گئی ہے لیکن میں کہوں گا اس کو zero percent duty کریں، جو بڑے size کی گاڑیاں ہیں جس کی آڑ میں آکر امیر لوگ منگواتے ہیں، اس پر آپ قدغن لگائیں لیکن چھوٹے size کی جو electric vehicles ہیں اس کو بڑھانا چاہیے اور جو charging stations ہیں، اس کے concept کو پاکستان میں ہضم کرنے میں، قبول کرنے میں اور سمجھنے میں تھوڑا وقت لگے گا، گھر میں تو اس کا چارجر لگ جاتا ہے وہ چھ، سات یا آٹھ گھنٹوں میں چارج کر لیتا ہے اگر کہیں باہر راستے پر اس کی چارج ختم ہو جائے تو پاکستان میں rapid charger widely available نہیں ہیں۔ میں یہ کہوں گا حکومت جو ان کے اپنے gas stations ہیں جیسے کہ PSO, ان Petrol pumps کو mandatory کر دیں کہ PSO پر کم از کم 50 or 100KV کا چارجر ہو جو ایک یا ڈیڑھ گھنٹے میں اس گاڑی کو اتنی charging دے دے کہ وہ گاڑی 200km طے کر کے آگے motorway or city میں اپنے گھر پہنچ سکے، اس وقت وہ چیز نہیں ہے، اگر اس وقت gas station پر کوئی چارجر ہے تو آپ آٹھ گھنٹے وہاں پر بیٹھیں nobody will do that ویسے

electric cars کا جو مستقبل ہے وہ ابھی بھی سوالیہ ہے، ہم باہر جاتے ہیں دیکھتے ہیں اتنی widely appreciate نہیں ہو رہی ہیں لیکن میں کہوں گا پاکستان pollution and expensive fuel کو face کر رہا ہے، اس کے لیے آپ اس چیز کو encourage کریں اور غالباً آپ خود بھی automobiles کے manufacturer ہیں، میری یہ حکومت کو تجویز ہے۔

جیسے آج سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب نے IMF کے بارے میں کہا اور کل ان کی پریس سے بات ہوئی ہے، آج میں نے بھی پڑھا۔ کیا ہم اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے، کیا ہم alternate options کی طرف نہیں جا سکتے۔ یہ لفظ سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں اور ہمارے بچوں کو بھی سنا سنا کر کان پکا دیئے ہیں۔ ہم نے ابھی Russian crude oil لیا ہے، اس کی payment Chinese currency میں ہوئی، کیا ہم other than IMF کسی اور funds provider سے negotiate نہیں کر سکتے، چلیں ٹھیک ہے کہ وہ اتنا load نہیں اٹھا سکتے ہوں گے لیکن ہم partially اپنی direction کو divert کریں اور دوسرے options کی طرف دیکھیں ۔ جیسے میں نے سنا ہے کہ اس وقت Germany بہت اچھا lender ہے اور وہ حکومت level پر بھی fund provide کرتے ہیں، اگر حکومت اس طرف دیکھے۔ I am sure that we have a very good Finance Minister, وہ اس کو دیکھ رہے ہوں گے لیکن میں floor of the House پر آپ سے کہوں گا کہ یہ تجویز حکومت کے لیے ہے کہ آپ IMF سے ذرا ہٹیں کیونکہ ہماری بھی ایک dignity ہے، ہمارے پاکستان کی population بڑے ممالک میں شمار ہوتی ہے اور ہمیں عزت سے جینے کا طریقہ سکھایا جائے۔

جناب! آج ہمارے Petroleum Minister نے ایک statement دی کہ crude oil آ گیا ہے لیکن اس کا oil price پر اتنا اثر نہیں پڑے گا، انہوں نے اس کی reason دی ہے کہ وہ گھوم کر آیا ہے اور اس کے freight charges بہت مہنگے پڑے ہیں، یہ statement دی ہے۔ یہ صورت حال ہے تو ہم کس بات پر خوش ہو رہے ہیں کہ ہم نے بڑا سستا oil لے لیا ہے، وہ گھوم پھر کر اسی کیفیت میں پڑا تو میں اپنی حکومت پر زور دوں گا کہ اگر ایسے

اقدامات اٹھا رہے ہیں تو ایسے اقدامات اٹھائیں جن کا عوام تک اثر پہنچ سکے۔ ہم یہ reason دیں گے کہ ship گھوم کر آئی ہے اور اس پر اتنا freight لگا ہے کہ ابھی آپ چپ کر کے بیٹھیں، ابھی آپ کو relief جلدی نہیں ملے گا، .this is not acceptable آپ ایسے measures لیں جن کا نیچے عوام تک اثر جائے۔

جناب! پچھلے کافی decades سے two parties, Governments میں رہی ہیں، اس وقت وہی دو پارٹیاں حکومت میں اکٹھی ہیں، ان کے ساتھ اور بھی alliance partners ہیں لیکن PDM میں دو بڑی پارٹیاں پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی ہیں۔ In other words we have got the cream of Finance and Petroleum and Power Ministers, اگر ہم اس صورت حال میں بھی پاکستان کو نہیں بچا سکتے، ملک کو ان crises سے نہیں نکال سکتے تو مجھے پھر نظر نہیں آ رہا کہ کوئی بھی نکال سکے گا۔ اس سال کو elections year سمجھا جا رہا ہے اور حکومت elections year budget بڑا سوچ سمجھ کر لاتی ہے کہ کل elections میں کیا ہو گا اور elections کے کیا results آئیں گے۔ میری نظر میں اس حکومت نے اچھا بجٹ دیا ہے، انہوں نے اچھی محنت کی ہے لیکن عوام کی جو expectations ہیں، وہ زیادہ ہیں، ان کے مسائل بہت زیادہ ہیں۔ آپ کے پاس ابھی چند دن ہیں جو amendments کرنی ہیں اور جو چیزیں کرنی ہیں، وہ کریں اور اس بجٹ کو وہاں تک لے کر آئیں کہ آپ کے elections year کا بجٹ elections میں results بھی دکھائے۔ آپ کا اتحاد ہو جاتا ہے تو آپ کی دوبارہ حکومت بن سکے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ سینیٹر فوزیہ ارشد صاحبہ۔

Senator Fawzia Arshad

سینیٹر فوزیہ ارشد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السلام علیکم۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ گزشتہ دنوں میں سب نے یہی کہا کہ ہمارے سامنے اتنی بڑی بڑی موٹی کتابیں رکھ دی گئی ہیں لیکن ہمیں موقع ہی نہیں ملتا کہ ہم ان کو پڑھ سکیں اور ان سے کچھ نکال سکیں۔ میں اپنے آپ کو very layperson in matters of economics and finance سمجھتی ہوں، this is not my subject but still as a

common person اپنی بات کروں گی اور میں جس طرح بجٹ کو سمجھ پائی ہوں، اس کے متعلق سلیس زبان میں اپنی تجاویز اور اپنے تحفظات بیان کرنا چاہتی ہوں۔

جناب! میں نے یہاں پر دیکھا کہ اس طرف سے لوگ بجٹ کی بہت تعریف کرتے ہیں اور دوسری سانس میں اس کے loopholes نکالنا بھی شروع کر دیتے ہیں اور اس پر تجاویز بھی پیش کرتے ہیں۔ یہ بجٹ عوام کی expectations کے قریب بالکل بھی نہیں ہے۔ اس حکومت کا بیانیہ تھا کہ مہنگائی کم کریں گے اور پھر ہر مرتبہ یہ سننے میں آتا ہے کہ PTI کی حکومت کی وجہ سے حالات خراب ہوئے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ آپ کے جو تحفظات، تجاویز اور اعتراضات ہیں، آپ وہ ضرور کریں لیکن بندہ اپنے گریبان میں بھی جھانک لیتا ہے، اگر PTI نے اتنا سب کچھ برا کیا تو آپ کی ان 14 ماہ میں جو کارکردگی ہوئی ہے۔ ہم جب ان کے Economic Survey کو دیکھتے ہیں، ہم ان چیزوں پر نظر دوڑائیں تو ہم وہاں پر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان کو ناکامیاں بھی ہوئی ہیں، ہر جگہ cross لگا ہے، ہم Economic Survey میں دیکھتے ہیں کہ پورا کا پورا لال ہے۔ یہ اپنے تمام اہداف میں fail ہوئے ہیں جو انہوں نے بیان کئے تھے کہ وہ ان کو حاصل کریں گے، یہ ان کو حاصل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں۔ بڑا فخر ہے اور اس پر بہت زیادہ propaganda ہو رہا ہے کہ IMF کی تجاویز، خواہشات، شرائط اور framework کے تحت یہ بجٹ بنایا گیا ہے پھر بو آتی ہے کہ اس حکومت کو یقین نہیں ہے، یہ پر امید نہیں ہے کہ ان کو IMF programme ملے گا یا نہیں ملے گا۔

جناب! میں جو کہنا چاہوں گی، وہ یہ ہے کہ 2021 کے بجٹ میں National Assembly میں کہا گیا تھا کہ عوام کی جیب خالی ہے تو بجٹ جعلی ہے، آج جیب بھی خالی اور خزانہ بھی خالی ہے تو پھر یہ بجٹ کیسے ہو گیا۔ وزیر خزانہ نے بجٹ پڑھنا تھا اور انہوں نے آ کر اعداد و شمار بتا دیئے۔ میرے حساب سے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، it is like a photo shoot and Instagram budget. اس لیے ہے کہ ہر روز dollar بڑھ رہا ہے اور جو figures دیئے گئے ہیں، وہ کہاں جائیں گے، عوام کو یہ نمبروں کا گورکھ دھندا سمجھ نہیں آتا، وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس بجٹ میں ان کے لیے کیا فائدہ ہے، کیا ان کو مہنگائی میں کمی مل رہی ہے۔ بدقسمتی سے اس بجٹ میں عوام کے لیے کچھ relief نظر نہیں آ رہا۔ Finance Minister نے اگلے مالی سال کے targets بھی بتا دیئے ہیں، tax وصولی کا ہدف جو آدھے

سے زیادہ قرض اور سود کی ادائیگی میں چلا جائے گا۔ Gross Domestic Products (GDP) کا ہدف 3.5% کا رکھا گیا ہے، مہنگائی کو کم کرکے 21% رکھا گیا ہے، برآمدات کا ہدف 30 ارب ہے اور بہت سارے figures and targets شامل ہیں۔ کیا یہ حکومت یہ targets حاصل کرسکے گی، یہ بھی بہت بڑا سوال ہے کیونکہ گزشتہ سال جو targets رکھے گئے تھے، ان کو حاصل کرنے میں کتنی کامیابی ہوئی، ہم سب کو وہ پتا ہے۔ ہمیں وہ پتا ہے کیونکہ انہی کا شائع کردہ Economic Survey آیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ PDM Government معاشی میدان میں اپنا کوئی بھی ہدف پورا نہ کرسکی۔ حکومت GDP کا ہدف حاصل کرنے میں ناکام، مہنگائی کم کرنے میں فیل، برآمدات بڑھانے میں فیل، ڈالر کو قابو کرنے میں فیل، ترقی کا ہدف حاصل کرنے میں فیل، tax collection کا ہدف حاصل کرنے میں فیل، remittances بڑھانے میں فیل، گویا کہ حکومت کی کارکردگی رپورٹ پوری کی پوری لال ہے۔

حکومت کی سب سے بڑی ناکامی مہنگائی اور ڈالر کی روک تھام رہی۔ اس صورت حال کے بعد اب ایسا ہے کہ پاکستان South Asia کا مہنگا ترین ملک بن چکا ہے۔ مجھے تو حکومت کا جاری کردہ Economic Survey اس کے اپنے ہی خلاف جاری کردہ charge sheet نظر آتی ہے۔ یہاں پر بہت ہی عالم لوگ تشریف رکھتے ہیں جو economics کو بہت اچھے سے جانتے ہیں، ان کی اس بابت بہت اعلیٰ رائے ہے مگر میں ایک عام گھریلو خاتون ایک سوال کرنا چاہتی ہوں کہ بجٹ کی رقم جب تمام صوبوں میں تقسیم ہو جائے گی تو اس کے بعد 6887 ارب روپے بچتے ہیں۔ پھر ڈار صاحب نے یہ بھی بتایا کہ وفاق کو سود کی مد میں 7300 ارب روپے ادائیگی کرنی ہو گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وفاق کا سارا پیسا سود کی مد میں ہی چلا جائے گا تو پھر وفاق کی جیب تو خالی ہو گئی۔ اخراجات بتا دیئے گئے ہیں لیکن یہ سارے اخراجات ہمیں خالی جیب سے ادا کرنے ہوں گے۔

بجٹ تو آ گیا مگر relief نہیں ملا۔ لوگوں کی پنشن بڑھا دی گئی ہے اگر دیکھا جائے تو پورے پاکستان کی عوام کے salaried persons 9% ہیں، باقی لوگ private sector کے ہیں۔ ان کے لیے کیا سوچا گیا ہے۔ لگتا تو یہی ہے کہ مہنگائی کی وجہ سے، private sector کو ignore کرنے کی وجہ سے نوکریاں ختم ہو جائیں گی، بے روزگاری بڑھ جائے گی، حکومت نوٹ چھاپے گی، روپے کی value کم ہو جائے گی، مزید inflation ہی نظر آ رہی ہے۔ بجٹ تو آ گیا ہے

لیکن relief نہیں مل سکا۔ عوام کے لیے مزید مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ آج کل زندگی گزارنا عذاب سے کم نہیں ہے۔ نظریہ ہے اور نہ ذریعہ ہے اور نہ وسائل ہیں، اس بجٹ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ عام انسان کے لیے اگر کوئی چیز معنی رکھتی ہے تو وہ یہ کہ اس کا چولہا کیسے جلے گا، اس کے گھر کا خرچہ کیسے چلے گا، متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد رل گئے ہیں۔

آیئے بجٹ کو ہم آسان زبان میں سمجھتے ہیں۔ اگر ہم ایک ہزار کو ایک ارب کی جگہ رکھیں تو پتا چلتا ہے کہ یکم جولائی 2023 سے 30 جون، 2024 تک پاکستان کا کل خرچہ 14460 روپے کا ہو گا جبکہ آمدنی 7536 روپے کی ہو گی۔ 14460 سے 7536 نکال دیں تو باقی 6924 روپے بنتے ہیں، یعنی یہ 6924 روپے خسارے کا بجٹ ہے، یہ ہماری تاریخ کا ایک ریکارڈ خسارے کا بجٹ ہے۔ 6924 روپے کہاں کہاں خرچ کرنے ہیں یہ فیصلہ تو ہو گیا ہے لیکن یہ 6924 روپے کہاں سے آئیں گے، یہ بڑا لمحہ فکر ہے۔ یعنی کہ پھر ہم قرض لے کر یہ خسارہ پورا کریں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ conclude کریں۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: جناب چیئرمین! مجھے ابھی تھوڑا وقت دیں میں ابھی conclude کرتی ہوں۔ آپ اس طرف آ جائیں کہ ہماری اصل اور ذاتی آمدن جو 7536 روپے ہو گئی ہے اس کو کیسے خرچ کرنے کا plan ہے۔ 7330 روپے تو سابقہ قرضوں کی واپسی میں چلے جائیں گے، باقی بچے 233 ارب روپے، یہ اصل میں 14460 ارب روپے کا نہیں بلکہ 233 ارب روپے کا بجٹ ہے جس میں دفاعی اخراجات، تعلیم، صحت، تنخواہیں، BISP, laptop scholarship اور دیگر فلاحی منصوبے بھی ان پیسوں میں پورے ہوتے ہیں۔ 233 ہمارے ذاتی پیسے ہیں باقی سارے پیسے کسی اور کے ہوں گے، کچھ IMF uncle باہر سے بھیجیں گے، کچھ کمرشل بینک والے چاچے ادھار دیں گے، چین، UAE سعودی cousins سے بھی کچھ امیدیں ہیں، اگر وہ دے دیں تو ان کا بھلا ہے، وہ نہ دیں گے تو ہماری طرف سے کوئی شکوہ اس لیے نہیں ہو گا کہ سیانے کہہ چکے ہیں کہ beggars are not choosers.

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: جناب مجھے تھوڑا سا وقت اور دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آخری بات کر لیں سینیٹر صاحبہ اور conclude کریں۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: میں تھوڑی سی بات کرنا چاہتی ہوں کیونکہ میرا تعلق اسلام آباد سے ہے، میری یہ تجویز ہے اور میں چاہتی ہوں کہ ہمارے ہاں یہاں private sectors میں جو یونیورسٹیاں بنتی ہیں ان کو encourage کیا جائے۔ اس عمل سے ہماری بے روزگاری میں کمی آئے گی، ہماری جتنی بھی پڑھی لکھی youth ہے اور ان کے پاس کوئی روزگار نہیں ہے تو یہ بڑا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اس طرح سے ہم چاہتے ہیں کہ HEC کو جتنی بھی grants دی جاتی ہیں ان میں اضافہ کیا جائے تاکہ جتنے بھی لوگ Ph.D. کرنا چاہتے ہیں وہ ملک میں ہی کریں اور ملک میں ہی رہتے ہوئے اس کی خدمت کریں۔ ان تمام یونیورسٹیوں سے وہ جس بھی شعبے میں Ph.D. کرتے ہیں وہ اس کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکیں۔ دوسرا یہ کہ ہمارے ہاں جو صحت کا حساب کتاب ہے، کل ہماری صحت کی قائمہ کمیٹی گئی تھی تو ہم نے دیکھا کہ NIH کے پاس بنی گالہ میں جو Federal General Hospital ہے اس کا بہت برا حال ہے۔ In the sense عمارت تو ہے، وہاں کے حالات اتنے برے ہیں کہ وہاں اتنی suffocation تھی کہ we could not even breath, it was so bad and another thing is that کہ ہمارے جتنے بھی ہسپتال ہیں especially mother-child hospitals ان پر ترجیح دینی چاہیے، اسلام آباد کی geography mountainous ہے اور اگر ہم دیکھیں کہ ہماری جتنی بھی union councils mountains پر ہیں جو کہ rural areas ہیں وہاں جتنے بھی BHUs بنائے گئے ہیں وہ ابھی تک پورے مکمل نہیں ہوئے ہیں۔

چاہے کوئی بھی حکومت آئے اسے تعلیم اور صحت پر first priority دینی چاہیے اور جو سابقہ حکومتیں آتی ہیں ان کے جو plans ہیں انہیں نہیں روکنا چاہیے جو کہ یہاں ہوا ہے۔ میری آپ سے بس یہی گزارش ہے جیسا کہ باقی ساتھیوں نے کہا کہ جو پلندے ہمارے سامنے رکھ دیئے گئے ہیں ان میں جو لکھ دیا گیا ہے، جو ان میں چھپ گیا ہے وہی رہے گا چاہے ہم یہاں آ کر کتنا ہی اپنی گزارشات اور تجاویز پیش کریں لیکن ان میں کبھی بھی ایک ہندسہ بھی نہیں تبدیل ہو گا، مگر یہاں میں چاہتی ہوں کہ تعلیم، صحت اور بے روز گاری کو priority دیں، ہمارے جتنے بھی private sectors کے ادارے ہیں انہیں ہم expand کریں۔ پنشن اور تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں، تنخواہیں salaried لوگوں کی بڑھائی گئی ہیں مگر یاد رکھیں کہ ہمیں خوش کر دیا گیا ہے کہ ہمیں اتنے فیصد

اضافہ مل گیا ہے، ہم جتنے بھی government servant ہیں، ہمارا income tax کاٹ لیا جاتا ہے، آپ نے ہماری تنخواہ کی percentage بڑھا دی ہے تو اسی طرح سے tax slab بھی بڑھا دیا ہے، so it comes to zero, اس لیے اس طرح کی بات نہ کریں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر زرقا سہروردی تیمور صاحبہ۔

Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ، جناب چیئرمین! میں نے بجٹ پر بہت سی تقاریر بھی سنیں اور مجھے بہت سی advise بھی دی گئیں، کسی نے کہا کچھ مت بولنا، کسی نے کہا سچ کم بولنا، کسی نے کہا چپ ہی رہو تو بہتر ہے، رہنے دو، میں نے سوچا کیا کروں، میں نے سوچا آدھا سچ بولوں گی اور آدھا جھوٹ۔ جس کو کوئی بات بری لگے وہ اسے جھوٹ سمجھے، جو بات اچھی لگے اسے آپ سچ سمجھ لیں۔

سب سے پہلے تو میں 9 مئی کے واقعہ کی پرزور مذمت کرنا چاہتی ہوں کیونکہ ہم سب پاکستانی ہیں، ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم ایک آزاد ملک میں پیدا ہوئے، میرے والدین مہاجر تھے۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: دیکھیں بات یہ ہے کہ ہم سب بھی ایک دوسرے کو عزت دینے والے ہیں اگر ہمارا رویہ اچھا ہوگا تو دوسروں کو بھی کچھ بہتر تربیت ملے گی اور بہتر تہذیب کی ہم روایت قائم کریں۔ بد تمیزی کرنا بہت آسان کام ہے۔ ہر آدمی اپنی تہذیب، اپنی تربیت کے مطابق اپنا بہترین فعل سامنے لے کر آتا ہے۔ آپ کے کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ہر آدمی، ہر انسان کی ایک reputation ہے. which carries farther than what you say

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی کرمانی صاحب. please وہ speech کر رہی ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: آپ نے اپنی تقریر کر لی تھی اب آپ بیٹھ جائیں۔ ایک دفعہ بات کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ہر انسان کا یہاں پر ایک background ہے اور ہر انسان

اپنی عزت اپنے ہاتھ میں لے کر چلتا ہے۔آپ لوگ سب سے پہلے ایک روایت قائم کرنے کی کوشش کریں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ آپ اپنی speech continue رکھیں۔ کرمانی صاحب.please

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: میں تو اپنی تقریر تسلی سے کروں گی، جتنا انہوں نے interrupt کرنا ہے کر لیں میں ایک گھنٹہ ادھر کھڑی رہوں گی مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کو اور بھی کچھ بولنا ہے تو وہ بھی بول لیں کیونکہ ادھر نہ کوئی تہذیب ہے Upper House of Parliament میں آپ ہیں یہ آپ تہذیب دکھا رہے ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: بہت شکریہ آپ کا.I take that very nicely

جناب ڈپٹی چیئرمین: کرمانی صاحب مہربانی کریں۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: میں 9th May کی بات کر رہی تھی اور میں یہ کہہ رہی تھی کہ ہم سب پاکستانی ہیں۔ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ میں پاکستان میں پیدا ہوئی، میں بہت خوش قسمت ہوں کہ میرے والدین مہاجر تھے، میرے والد جموں سے آئے اور میری والدہ سری نگر سے آئیں1947 and 1948 میں۔ ہمیں پتہ ہے کہ آزادی کی قیمت کیا ہوتی ہے، ہمیں پتہ ہے کہ ہمارے والدین نے کیا قربانیاں دیں، ہم پاکستانی ہیں اور ان شااللہ پاکستانی ہی مریں گے۔ جو کچھ 9th May کو ہوا وہ ایک سیاہ داغ ہے، ہم پاکستانیوں کے دل، ذہن پر اور پاکستان کے جتنے بھی شہید اور پاکستانی فوج کے جتنے بھی غازی ہیں ہم ان کی عزت کرتے ہیں اور ہم اپنے آپ کو بھی فوج کا حصہ سمجھتے ہیں کیونکہ کسی بھی ملک کی فوج عوام کے بغیر نہیں لڑ سکتی اور ہم اپنی فوج کا حصہ ہیں۔ ہم اپنی فوج کے ساتھ مل کر لڑنے والے اور اپنی فوج کی عزت کرنے والے لوگ ہیں۔

یہ سب باتیں کہنے کے بعد میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ 9th May کا جو واقعہ تھا اس کی independent investigation ہونی چاہیے۔ اس کی investigation اس لیے

بھی ہونی چاہیے کیونکہ یہ ایک false flag operation تھا، پاکستان کا جو خطہ ہے جس جگہ پر پاکستان موجود ہے ہم اس وقت بہت بڑی game کا حصہ ہیں۔ Regional stability and instability ہمارے اوپر بہت زیادہ depend کرتی ہے، پاکستان واحد Nuclear Islamic Country ہے، پاکستان جس جگہ پر موجود ہے اس جگہ کو destabilize کرنے کے لیے internal and external powers are totally in action اور جو کچھ یہاں پر ہو رہا ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے۔

ایک false flag operation ہوا تھا Iraq War میں جب Iraq میں weapons of mass destruction کے اوپر بہت تقاریر ہوئیں تھیں وہاں پر جنگ کر دی گئی تھی اور اس کے بعد پتہ چلا تھا کہ سب جھوٹ تھا۔ اسی طرح Cuban Missile Crisis بنائی گئی تھی اس میں بھی USSR and USA کے درمیان میں cold war تھی اس کو بھی ایک اور رنگ دیا گیا۔ یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ سیاست میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں، ہم پاکستانی ہیں یہ ہمارا ملک ہے اس کا بچانا اس کا خیال رکھنا ہمارا کام ہے۔ میں ایک professional خاتون بھی ہوں، میں ایک معذور بچے کی ماں بھی ہوں اور آج میں خواتین کی بھی representation کر رہی ہوں اور میں معذور لوگوں کو بھی represent کر رہی ہوں اور میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس ملک میں صرف اشرافیہ کو جینے کا حق نہیں ہے۔ اس ملک کی 23 کروڑ عوام جو کہ کیڑے مکوڑوں کے level پر رہتے ہیں کیونکہ ان کی کوئی say نہیں ہے، ان کے پاس vote کا حق ہوتا ہے وہ بھی ان کو نہیں دیا جاتا ۔ آج جو کراچی میں ہوا وہ بھی ایک بہت بڑا دھبہ ہے اور اس کی بھی investigation ہونی چاہیے۔

اس حوالے سے دوسری بات کرنا چاہتی ہوں کہ اس وقت جو ایک ماحول ہے ہمارے ملک میں جس کی وجہ سے مجھے کہا گیا تھا کہ زیادہ سچ نہ بولیے گا ورنہ گھر پر کالا ڈالا آجائے گا۔ اس حوالے سے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ ہمارا ملک ہے اور ہمیں اگر terrorize کیا جائے گا، اگر خواتین، بچوں کو، Zilleh Shah جیسے special لوگوں کو قتل کیا جائے گا اور Constitution کے خلاف ہماری اپنی forces, دیکھیں پولیس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی کا گھر جا کر توڑیں۔ بغیر warrant کے کسی کے گھر میں داخل ہونا غیر قانونی ہے، کسی خاتون کے bedroom میں

داخل ہونا غیر قانونی ہے، کسی کے گھر سے چوری کرنا Police forces کے لیے یہ بھی غیر قانونی ہے۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اس پر آواز اٹھانا انسانیت کی آواز ہے، اس حوالے سے میں ایک شعر آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گی۔

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

جو لوگ میری باتوں سے بہت زیادہ پریشان بھی ہو رہے ہیں میں ان کو یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ عمران خان صاحب کے اوپر بہت بات ہوئی، آج پھر تنگی صاحب نے اپنے level کا اظہار کیا میں ان کو welcome کہتی ہوں اور ان کو سلام کرتی ہوں۔ ہم سب عزت دار لوگ ہیں اگر ہم اپنے آپ کو سمجھیں، ہم اپنے آپ کو خود بھی عزت دار سمجھیں گے تو ہم کسی کی بے عزتی نہیں کریں گے۔ اس وقت PDM کی حکومت ہے اور جو PDM کے President ہیں [xxx][3] وہ بار بار فرماتے ہیں کہ عمران خان صاحب یہودی ہیں، یہودی agent ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کسی کو quote نہ کریں۔ آپ اس بات کو expunge کریں۔ میں نے expunge کر دیا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: میں تو بہت عزت سے بات کر رہی ہوں۔

(مداخلت)

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: میں عزت اور احترام سے بات کر رہی ہوں، سن لیں ہم بھی بہت باتیں سنتے ہیں آپ بھی سن لیں۔ ہمارے ایک بہت honourable PM ہیں انہوں نے Joseph Goebbels سے مطابقت کی عمران خان صاحب کی۔ جناب! عمران خان صاحب کا اتنا نام لیا گیا ہے تو ہم اتنا بھی نہ بولیں تو غلط بات ہے۔ ان کو یہ ہی نہیں پتہ کہ کس کے ساتھ ملانا ہے، Party کا ایک بندہ کہہ رہا کہ یہودی ہیں دوسرا بندہ کہہ رہا کہ German Nazi ہے تو کم از کم کہانی تو ایک کر لیں۔ 160 cases عمران خان صاحب پر بنائے گئے لیکن قرآن مجید کی ایک آیت ہے (عربی)۔ ابھی جو latest case انہوں نے بنایا ہے عظمیٰ خان جوان کی چھوٹی بہن ہیں اور عمران خان صاحب پر اس case کی میں آپ کو بہت مزے کی بات بتاؤں اس case کی جو

[3] *"Words expunged as ordered by the Deputy Chairman."*.

date لکھی گئی ہے وہ 30th February ہے، اب مجھے بتا دیں 30th February کبھی ہوئی ہے۔ یہ جھوٹے cases جھوٹی FIR اور جھوٹ کے جو اتنے بڑے پلندے ہیں 160 cases میں سے بھی ان کو کچھ نہیں ملنا کیونکہ سب جھوٹ ہے۔

اس کے آگے ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ۔

جبر کا موسم کب بدلے گا

ہم بدلیں گے تب بدلے گا

میں budget پر بات کرتی ہوں ڈار صاحب کو بھی سلام، ڈار صاحب کا report card ہے میں نہیں کہوں گی لیکن میرے بچوں نے کہا کہ یہ تو Dar disaster ہے۔ میں نے ان کو کہا نہیں ڈار صاحب کو بھی سلام کیونکہ ڈار صاحب وہ ہیں جو 1998 میں آئے تھے تو انہوں نے debt restructuring کی تھی۔ انہوں نے لوگوں کے پیسے banks میں freeze کیے تھے۔ اس کے بعد 2008 میں جب یہ آئے تو انہوں نے currency کی 40% devaluation کی۔ اب انہوں نے IMF کو بھگا دیا۔ آپ کو پتا ہے کہ IMF کی پاکستان میں جو resident representative ہیں انہوں نے کہا ہے کہ پاکستان کو جس طرح سے ہم نے بجٹ بنوانے کو کہا تھا کہ اس میں آپ critical factors کو رکھیں اور آپ tax base بڑھائیں۔ انہوں نے ان کو خاص طور پر کہا تھا کہ عوام کے لیے اور غریب لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ کریں۔ انہوں نے کہا تھا کہ vulnerable, BISP recipients and development spending پر focus کریں لیکن ڈار صاحب یہ سب کچھ نہیں کر سکے اور IMF کو کبھی ٹھنڈا اور کبھی گرم کر کے بھگا دیا۔ آج معزز رضا ربانی صاحب نے فرمایا۔ یہ باتیں سوچنے کی ہیں کہ ہم کرنا کیا چاہ رہے ہیں۔ ڈار صاحب کیا کر رہے ہیں؟ بہت سی باتیں ہیں میں ان کو صرف دو باتیں بتاؤں گی کیونکہ باقی باتیں بہت مرتبہ ہو چکی ہیں۔ حفیظ پاشا صاحب ان کے اپنے ہیں۔ بہت بڑے economist ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ جو اس وقت کی گورنمنٹ ہے اس نے 80 لاکھ لوگوں کی نوکریاں لے لی ہیں۔ دس کروڑ افراد کو غربت کی لکیر سے نیچے لے گئے ہیں۔ یہ حفیظ پاشا صاحب کہہ رہے ہیں۔ میں نہیں کہہ رہی ہوں۔ اسد علی شاہ صاحب جو پیپلز پارٹی کے قائم علی شاہ صاحب کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے ٹویٹ کیا ہے کہ یہ worthless budget ہے۔ اس

میں پیسے کی قدر و قیمت ختم ہو چکی ہے۔ Inflation 30% ہے اور مفلوج معیشت ہے۔ اس پر ہم کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ ان کے اپنے لوگوں نے کہا ہے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک شکاری بجٹ ہے۔ جس میں قربانی کا بکرا عوام کو بنایا گیا ہے۔ اب یہ بجٹ کے جو کاغذ کو کالا کیا جاتا ہے۔ اس میں دو بڑی interesting باتیں ہیں کہ پیسے ہیں ہی نہیں۔ جیب میں روپیہ ہے ہی نہیں۔ آپ budget کا 50 فیصد صرف سود میں دے رہے ہیں۔ آپ اپنا قرضہ واپس نہیں کر رہے ہیں۔ باقی 50 فیصد آپ نے پھر قرضہ لے کر دینا ہے۔ معیشت کی اس بدحالی میں اور پیسے نہ ہونے کی حالت میں 80 ارب روپے ہمارے وزیر اعظم صاحب نے صوابدیدی فنڈ میں رکھے ہیں۔ ماشاءاللہ۔ 90 ارب روپے SDGs کی مد میں MNAs کو دیا گیا ہے۔ اگر میں بہت سارے MNAs سے پوچھ لوں کہ SDGs (Sustainable Development Goals) کیا ہیں۔ اگر میں ان سے پوچھ لوں کہ 17 Sustainable Development Goals کون کون سے ہیں۔ اگر وہ مجھے پانچ بھی بتا دیں تو میں ان کو سو نمبر دے دوں گی۔ ماشاءاللہ مال مفت دل بے رحم۔

جناب چیئرمین! اب میں تھوڑا سا آپ کو اس طرف لے جاتی ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ! conclude کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جی، میں conclude کر رہی ہوں۔ آپ کو تجاویز دیتی ہوں کہ کیا ہونا چاہیے۔ جناب چیئرمین! اس سے پہلے مجھے بچوں نے دو شعر پڑھ کر دیئے تھے کہ یہ بجٹ کے بارے میں سنا دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: پہلے تجاویز دیں۔ آخر میں شعر پڑھ کر سنائیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جی، تجاویز دے رہی ہوں؛

کیا عجب آیا ہے اس سال کا بجٹ
مرغی کا جو بجٹ ہے وہی دال کا بجٹ

جناب چیئرمین! بجٹ کی جس طرح تعریفیں ہو رہی ہوتی ہیں تو خسارے پر خسارے کا بجٹ تیار ہوتا ہے۔ معیشت کی ترقی کا مگر صرف پرچار ہوتا ہے یعنی صرف باتیں۔ اچھا اب تجاویز پر آتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں ہمیشہ بجٹ دیکھتی ہوں۔ پہلے زیادہ سمجھ نہیں آتی تھی اب تھوڑی سمجھ

آنی شروع ہو گئی ہے۔ کہنا میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ جو بجٹ ہے۔ فنانس منسٹری نے ایک پورا پلندہ رکھا ہوا ہے۔ کاغذ چھپواتے ہیں جس میں کوئی سچ نہیں ہوتا اور نہ اس کو کوئی پڑھتا ہے۔ حکومت پاکستان کی اصل economy, black economy ہے۔ یہ جو بجٹ پیش کیا جاتا ہے یہ صرف ایک eye wash ہے۔ یہ صرف کاغذوں کو کالا کرنے اور دھندا چلانے کے لیے ہے۔ اصل دھندا ہمارا black economy ہے۔ جس کے بارے میں World Bank کہتا ہے کہ 34% black economy ہے اور Pakistan Institute of Development Economics کہتی ہے کہ 90% black economy ہے۔ وہ black economy کیا ہے؟ میں آپ کو بتاتی ہوں کہ وہ کیا ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ! آپ ایک منٹ میں تجاویز دے دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب چیئرمین! black economy کے بارے میں سن لیں کیونکہ تجاویز کا یہی relation ہے کہ black economy کو سمجھیں گے تو اس کو آپ لے کر آئیں گے۔ Black economy کیا ہوتی ہے۔ یہ وہ economy ہے جس کو آپ ٹیکس میں شامل نہیں کرتے کیونکہ آپ کی ساری income taxation سے آتی ہے لیکن 2/3rd of your economy is black. یہ کہاں ہے۔ آپ اگر کتابوں میں پڑھیں تو وہ لکھتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دیہاڑی کرتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو ریڑھی لگاتے ہیں اور ٹیکس نہیں دیتے۔ لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ پاکستان کا ہر غریب آدمی فون پر، دودھ پر اور ہر اشیائے خورد و نوش پر ٹیکس دیتا ہے۔ جہاں دال چار سو روپے کلو ہو، جہاں آٹا دو سو روپے کلو، جہاں گھی سات سو روپے کلو ہو، جہاں پر سانس لینے کے لیے بھی اس کو ٹیکس دینا پڑتا ہو۔ غریب آدمی ہر چیز پر ٹیکس دیتا ہے۔ Black economy کہاں ہے؟ Black economy وہاں ہے جہاں امیر لوگ ہیں۔ Black economy وہاں ہے جہاں اس ملک کا سب سے بڑا دھندا سمگلنگ ہے۔ وہ سمگلنگ کس چیز کی ہے۔ وہ سمگلنگ تیل کی ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ ایران ہمارے ساتھ ہے۔ ایران سے ہم سمگلنگ کے ذریعے ٹیکس دیئے بغیر تو تیل لاتے ہیں تو حکومت پاکستان وہاں سے تیل کیوں نہیں لے سکتی۔ کیوں ہم ایران سے تیل نہیں لیتے۔ کیوں ہمارا import bill 36% جس پر ڈالرز لگتے ہیں تیل کی درآمد پر خرچ ہوتا ہے۔ ہم ایران سے تیل کیوں نہیں منگواتے۔ ہم کیوں اس پر ٹیکس نہیں لیتے۔

جناب چیئرمین! ہمارا دوسرا بڑا issue Afghan Transit Trade ہے یعنی افغانستان کے لیے جتنی چیزیں باہر سے آتی ہیں ان پر ٹیکس نہیں لگتا۔ وہ افغانستان کے بارڈر پر جاتی ہیں اور وہ پھر پاکستان میں واپس آ جاتی ہیں۔ اس کے اوپر پھر ہمارا دھندا بھی چلتا ہے۔ Transit Trade کی مد میں جو سمگلنگ ہوتی ہے اس کو ٹیکس کے اندر لانا ہوگا۔ ایسا ملک کہ جب سے میں پیدا ہوئی ہوں گوں ناگوں کے حالات میں ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ اس وقت ہماری 66% آبادی اور کچھ علاقوں میں 77% آبادی تیس سال کی عمر سے کم ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ جو نوجوان ایسے ماحول میں رہتا ہو تو وہ نوجوان کیا ذہنی طور پر normal ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں منشیات اور شراب کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ ہم ذکر کریں یا نہ کریں۔ اس پر بہت زیادہ تو نہیں مگر بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں 35واں ملک ہے جہاں پر شراب بکتی ہے۔ جب شراب بکتی بھی ہے اور لوگ استعمال بھی کرتے ہیں۔ نشہ آور اشیاء تو بارڈر کے دونوں اطراف میں چل رہی ہوتی ہیں۔ میں نے ANF کے ساتھ بھی کام کیا ہے۔ میں نے Ministry of Narcotics کے ساتھ بھی کام کیا ہے۔ سمجھ مجھے یہ آئی ہے کہ پاکستان میں نشہ آور اشیاء پر ٹیکس ضرور لگنا چاہیے اور حکومتی مد میں وہ جانا چاہیے کیونکہ یہ بہت بڑا کاروبار ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ! conclude کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب چیئرمین! یہ بڑی important گزارشات اور تجاویز ہیں۔ ہم نے پچھلی حکومت میں 43 million taxpayers identify کیے تھے۔ جناب چیئرمین! آپ مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ! 20 منٹ ہوگئے ہیں۔ میں نے تو آپ کو بہت زیادہ وقت دیا ہے۔ آپ بولیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: آپ ان کو خاموش کرائیں۔ کام کی بات کر رہی ہوں۔ NADRA and FBR نے مل کر 43 million taxpayers identity کیے تھے۔ وہ لوگ جو بڑی گاڑیاں لیتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے بجلی کے بڑے بڑے بل آتے ہیں۔ وہ لوگ جو کریڈٹ کارڈ استعمال کرتے ہیں۔ ہم ان کو tax-net میں کیوں نہیں لاتے۔ تاکہ آپ کے پاس پیسے آئیں لیکن مسئلہ کیا ہے۔ مسئلہ بھی بتاتی ہوں۔ آپ کے پاس اس وقت کیا چل رہا ہے۔ میں بتاتی ہوں کہ

اس وقت ملک کے اصلی ہیرو کون کون سے ہیں۔ یہ بھی ایک تجویز ہے کہ اصلی ہیرو کو identify کرکے ان کو بھی سلام کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے ان میں ملک ریاض صاحب ہیں۔ علیم خان صاحب ہیں۔ صابر مٹھو صاحب ہیں اور اب ایک نئی entry اس میں داخل ہو گئی ہے ملک بوستان صاحب کی۔ جنہوں نے کہا کہ پاکستان کا سارا قرضہ میں ڈالروں میں آپ کو دے دیتا ہوں۔ آپ کو کیا problem ہے۔ یہ State Bank والے کیا کر رہے ہیں۔ اس کو پھر بند کریں۔ ملک بوستان اور جو اس طرح کے لوگ ہیں، اصل دھندا اس ملک کا یہ لوگ چلاتے ہیں۔ ان لوگوں کو سامنے لائیں، ان کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا گورنر بنائیں۔ ملک ریاض کو پرائم منسٹر بنائیں۔ جناب! یہ اصلی لوگ ہیں۔ ادھر باقی جو کھلواڑ ہے، اس سے کچھ بننے والا نہیں ہے۔ جناب! یہ میری ایک بڑی serious تجویز ہے۔

دوسری بات، پاکستان کا نام بھی اب بدلنا چاہیے۔ پاکستان کا نام پلاٹستان رکھ دینا چاہیے کیونکہ ادھر کاروبار تو ہم نے بند کر دیا، large scale industry بند، large scale manufacturing بند، ہم نے تو اب اس بجٹ میں کہا ہے کہ آپ پیسے باہر سے لائیں اور آپ پلاٹ خریدیں۔ ہمارا ملک دنیا کا واحد ملک ہے جہاں DC Value یعنی جو ڈپٹی کمشنر کسی زمین کی value لگاتا ہے، وہ کچھ اور ہے جبکہ اصلی value کچھ اور ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان اور پاکستان کی معیشت کو اس طرح design کیا گیا ہے کہ یہ ملک کبھی بھی اپنے پاؤں پر نہ کھڑا ہو، پاکستان کی حکومت غریب رہے، ventilator پر رہے اور beggar رہے جبکہ پاکستان کے چند چیدہ چیدہ امیر لوگ اس میں بڑھتے جاتے ہیں، کوئی شادی کی وجہ سے اور کوئی اداروں کی وجہ سے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ! آپ کا شکریہ۔ بائیس منٹ ہو گئے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! میں نے ایک نظم لکھی ہے، وہ تو آپ سن لیں۔ کوئی بات نہیں، میری آخری تقریر ہے، ویسے ہی مجھے اتنی عزت ملتی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اپنا آخری شعر پڑھ لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: نہیں جناب! شعر کہاں، یہ تو میں نے بڑے دنوں سے نظم لکھ کر رکھی ہوئی تھی لیکن بولنے کا موقع نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر صاحبہ! آپ کے پاس آخری ایک منٹ ہے، پلیز۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! آپ کا بہت شکریہ۔ اس سے پہلے تمہید یہ ہے کہ پچیس کی روٹی اور پینتیس کا نان، ویلکم ٹو پرانا پاکستان۔ اس پرانے پاکستان میں ریلیف ٹو چور اور تکلیف ٹو عوام۔ اب میں نظم کی طرف آتی ہوں:

کسے گرانے میں تم لگے ہو
کسے ہرانے میں تم لگے ہو
شکست تم کو ہے، تم ہی پِٹ رہے ہو
حساب تم ہی دو گے، حساب ہم ہی لیں گے
آئین کو تم توڑتے ہو
قانون کو تم روندتے ہو
عوام کو تم رولتے ہو
ظلِ شاہ کو مارا ہے تم نے
بے گناہوں کو اٹھایا ہے تم نے
وہ مال و زر جس کے پیچھے لگے ہو
محافظ تمہاری قبر کے ہوں گے
کسے گرانے میں تم لگے ہو
کسے ہرانے میں تم لگے ہو
وہ ہے روشن اک استعارہ
وہ ہے خواب دکھانے والا
پھر ذرا آئینے میں بھی دیکھو
اپنے دلوں کی سیاہی کو جانچو
شکست تم کو ہے، تم ہی پِٹ رہے ہو
حساب تم ہی دو گے، حساب ہم ہی لیں گے

بہت شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دس منٹ کے لیے نماز کا وقفہ کر لیتے ہیں۔

(اس موقع پر نماز عصر کے لیے دس منٹ کا وقفہ کیا گیا)

(The House was then reassembled after break at 6:10 pm with Mr. Deputy Chairman in the Chair)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر پلوشہ محمد زئی صاحبہ۔ آپ سینیٹرز اپنی اپنی speeches مکمل کرلیں، کل Friday ہے۔ جی سینیٹر صاحبہ۔

Senator Palwasha Mohammad Zai Khan

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: شکریہ، جناب چیئرمین! میری کوشش تھی کہ کل بات کروں، کل بہت ساری تلخ باتیں بیچ میں رہ جاتیں، آج مجھے جواب دینا پڑے گا کیونکہ مجھ سے پہلے محترمہ زرقا صاحبہ باتیں کر گئی ہیں and I am the next speaker from the Government side تو میں جواب ضرور دوں گی۔ بات یہ ہے کہ وہ کہہ رہی تھیں کہ IMF سے پیسے لے کر بجٹ بنایا، 26th January, 2023 کو Bloomberg کے ساتھ interview کے دوران عمران خان صاحب نے کہا کہ IMF کا کردار ملکی معیشت کے لیے انتہائی اہم اور ہمارے پاس دوسری کوئی choice نہیں کہ ہم IMF کے پاس جائیں۔ پھر 17th February, 2023 کو انہوں نے کہا کہ IMF agreement صرف قرضوں کا بوجھ بڑھانے کا باعث بنتا ہے اور اس کے ذریعے ترقیاتی کام sabotage ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ آپ اس بجٹ پر ضرور تنقید کریں جیسے ہمارے Treasury Benches کے کچھ لوگوں نے بھی تنقید کی، آپ ضرور تنقید کریں، شاید یہ ideal budget نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بجٹ انتہائی عجیب و غریب ماحول میں پیش کیا جائے، انتہائی polarized اور زہر آلود ماحول میں پیش کیا جائے۔

ہمیں اب یہ سوال بھی کرنا ہے کہ کیا ہم یہ بھول جائیں کہ عمران خان صاحب اور ان کی حکومت نے آتے ہی سب سے پہلے اعلان کیا کہ IMF جیسی بلا کے پاس جانے سے اچھا ہے کہ میں خودکشی کرلوں، یہ یاد ہوگا۔ یہ ہم نے نہیں کہا، کسی نے ان کے کان میں بھی نہیں کہا، یہ ان کی اپنی سوچ تھی، انہوں نے اس چیز کا اظہار کیا اور اس پر بارہا کہا کہ اس سے اچھا ہے کہ میں تو خودکشی کرلوں۔ ہم نے تو سمجھایا کہ یہ حرام ہے، ایسی بات بھی نہ کریں لیکن ہم یہ کیسے بھول جائیں کہ اسی عمران خان کے نیچے IMF نے State Bank کی کنجیاں، ریاست مدینہ کی کنجیاں ہڑپ لیں۔ ہم یہ کیسے بھول

جائیں کہ ان کو یہ **کنجیاں** دینے کے بعد اس کی تعریف کی گئی۔ ہم یہ کیسے بھول جائیں کہ IMF کا حاضر سروس ملازم رضا باقر جو اس سے پہلے مصر کی معیشت کو ڈبو چکا تھا، تباہ کر چکا تھا، زمین بوس کر چکا تھا، اس کو یہاں لا کر State Bank of Pakistan پر بٹھا دیا گیا۔ یہ بھی تاریخ record کرے گی کہ کہاں خودکشی ہو رہی تھی اور کہاں انہی کا ملازم لا کر ریاست مدینہ کے State Bank پر بٹھا دیا گیا۔

جناب چیئرمین! آج ہماری اور مصر کی situation قریب ترین ہے، یہ کیوں ہے؟ ہماری معیشتیں ایک دوسرے کے قریب ہیں، دونوں میں کیا قدر مشترک ہے 'رضا باقر'، اس کو کون لایا، imported حکومت لے کر آئی؟ اس وقت آپ نے absolutely not کیوں نہیں کہا؟ اس وقت آپ نے کیوں نہیں کہا کہ ہمیں یہ غلامی نا منظور ہے، آپ نے بالکل آرام سے تمام شرائط مان لیں۔ آج آپ کو طعنے دینے سے پہلے ضرور یاد کرنا چاہیے کہ آپ نے کیا کیا۔

جناب والا! January, 2018 سے لے کر جس دن پی ٹی آئی کی حکومت روانہ ہوئی، اس دن تک روپیہ اپنی 30% قدر کھو چکا تھا، اس دن تک مہنگائی پانچ سال کی بلند ترین سطح پر تھی، کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ جو کچھ اس حکومت نے inherit کیا، کیا وہ دودھ اور شہد کی نہریں تھیں؟ عمران خان صاحب نے انتخابی نعروں میں کہا تھا کہ اس ملک میں اس لیے ٹیکس نہیں دیا جاتا کہ اوپر corrupt لوگ مسلط ہیں، جب اس ملک میں ایک ایماندار شخص آئے گا تو دو سو ارب ڈالر بھی آئیں گے، taxes کی بارش ہو گی، لوگ خود اپنی جیبوں کو اور بینکوں سے اپنے accounts خالی کر کے ہمارے قدموں میں پیسے ڈھیر کریں گے، کہاں گئیں وہ دودھ اور شہد کی نہریں، لوگوں کو کس چیز نے روکا، کیا ہوا کہ ہم ایسے ماحول میں پہنچے کہ آخر آپ نے IMF کے ساتھ deal کو sabotage کیا؟ کیا یہ بھی غلط ہے کہ آپ کے وفاق کے وزیر خزانہ شوکت ترین اور KP کے وزیر خزانہ جھگڑا صاحب کی tape پکڑی گئی جس کے بعد آپ کو اعتراض ہوا کہ taping نہیں ہونی چاہیے، اس سے پہلے آپ کہتے تھے کہ یہ تو agencies کا حق ہے، انہیں حق ہے کہ وہ tape کریں اور سنائیں کہ پاکستان کے دشمن کیا کر رہے ہیں۔ کیا وہ بھی جھوٹ تھا؟ کیا آج تک ان دونوں کی طرف سے اس کی forensic کا مطالبہ آیا؟ یہ سب کچھ ایک کڑی سے کڑی جڑ رہی ہے۔

جناب والا! ان کے اپنے دور میں American Secretary of State Mike Pompeo نے کہا، حقیقی آزادی اور absolutely not والوں سے کہا کہ 'make no mistake, we will be watching what you do, what the IMF does and what you do with the funds' لیکن یہاں تو مجاہد خاموش رہے، یہاں تو نہیں کہا کہ یہ سب تو غلامی ہے، یہاں تو نہیں کہا کہ یہ سب imported حکومت کا کام ہے اور ہمیں سامراج کی غلامی قبول نہیں ہے۔ آپ اس وقت کیوں خاموش رہے؟

پھر آپ معاشی management کی طرف آ جائیں کہ یہ کس بلا کا نام ہے، یہ آپ کو نہیں پتا تھا۔ آپ نے آنے سے پہلے کہا کہ پاکستان میں صرف دو سو لوگ چاہییں، مجھے دو سو ایماندار لوگ مل جائیں تو میں اس ملک کی کایا پلٹ دوں گا۔ کیا وجہ ہوئی کہ آپ کے پاس دو سو لوگ بھی نہیں تھے، کیا وجہ ہوئی کہ آپ کو پھر ان لوگوں پر انحصار کرنا پڑا، میں وہ الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتی کہ جو آج ایک تھپڑ کی مار تھے۔ کہاں گئے وہ سارے؟ کہاں گئے آپ کے وہ بلند و بانگ دعوے؟ ارطغل غازی کے ترکش ڈرامے میں ان کے جو گھوڑے دوڑتے ہیں اور جو خیالی پلاؤ کے گھوڑے دوڑتے ہیں، خیالی گھوڑوں اور معیشت کے گھوڑوں میں بہت فرق ہوتا ہے یہ آج عمران خان صاحب کو اس کا پتا چل گیا ہے۔

جناب والا! میں یہ باتیں نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن جواب دینا میرا حق کیونکہ بہت سارے لوگوں کا نام لیا گیا، سب کا نام لے کر انہیں malign کیا گیا۔ اس ملک میں جتنا زہر اب بھرا گیا ہے اتنا زہر آج سے پہلے نہیں بھرا گیا۔ آپ یہ بتائیں کہ وہ کون سے نمرود کے بچے تھے، وہ کون تھے جنہوں نے جا کر جناح ہاؤس کو آگ لگائی۔ آپ کہتے ہیں کہ کس کے ہاتھ پر لہو تلاش کریں۔ لہو تو وہ تلاش کریں گے جن چیزوں کو آپ نے جلایا۔ وہ کون سے نمرود کے بچے تھے جنہوں نے زندہ جانور جلا دیے۔ وہ کون تھے جنہوں نے مسجد کو آگ لگائی۔ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے قرآن کریم کے نسخوں کو آگ لگائی۔ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے شہیدوں کی یادگاروں پر جا کر ان کے سر، تن سے جدا کیے۔ یہ سر، تن سے جدا کرنا کیا ایک spontaneous عمل تھا؟ بالکل بھی نہیں۔ آپ ایسا کر کے دشمنوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ دیکھو! جو تم نہیں کر سکتے تھے، وہ ہم نے کر دکھایا۔ بھارت نے کہا ہوگا کہ اربوں روپے لگا کر ہم وہ نہیں کر سکے جو انہوں نے خود کیا۔ یہ کوئی spontaneous

reaction یا غصہ نہیں تھا کہ بس ہم ایسے ہی باہر نکلے۔ ہم میں ایسے کتنے ہیں جو آگ لگا سکتے ہیں۔ آپ ہمیں اگر جلانے کے لئے ایک کاغذ بھی دے دیں تو ہم دو مرتبہ سوچیں گے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمیں نہ اٹھاؤ، ہمیں نہ پوچھو۔ ایک Third World Country یا زمین بوس ملک جس کی کمزور سے کمزور ترین حکومت ہو، آپ وہاں آگ لگا کر دکھائیں۔ امریکہ میں کیا ہوا تھا؟ وہ پوری دنیا میں champion of human rights ہے لیکن کیا 9/11 کے واقعے کے بعد انہوں نے emergency legislation نہیں کی۔ کیا اس کے بعد آپ نے گوانتانا موبے نہیں دیکھا؟ کیا پوری دنیا میں آگ نہیں لگی تھی؟ اگر یہ بھارت میں ہوتا تو کیا ہوتا؟ کیا وہ خاموشی سے بیٹھے رہتے؟ کیا وہ یہ سب کچھ ہضم کر جاتے؟ بالکل بھی نہیں۔ عورتوں کا کیا کام ہے کہ وہ کور کمانڈر کے گھر جاتے اور اسے آگ لگاتے۔ یہ کوئی عورت کرے یا مرد، وہ دونوں مجرم ہیں۔

جناب! یہ ریاست مدینہ کے اصول سکھانے والے تھے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میری بیٹی بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دوں گا۔ میں اپوزیشن اراکین سے یہ کہوں گی کہ پہلے ان سوالات کا جواب دیں پھر بجٹ پر بات کریں گے۔ IMF کے حوالے سے میں نے آپ لوگوں کی کارکردگی کا تو بتایا۔ بات یہ ہے کہ یہ کس کے کہنے پر ہوا؟ یہ پتہ چلایا جائے تو انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ جب یہ پتہ چلایا جائے کہ ماسٹر مائنڈ کون تھا، وہ کون تھا جس نے اتنے عرصے لوگوں کے دلوں میں آگ اور نفرت بھری، یہ پاکستان کے عوام کا حق ہے وہ یہ جانیں کہ یہ کون تھا۔ اس گروہ کا سرغنہ کون تھا؟ اگر ایسا کریں تو انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ یہ سارے نقصانات کون بھرے گا؟ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے صرف بجٹ کے لئے کاغذ کالے کئے۔ آپ نے جو پوری دنیا میں پاکستان کا منہ کالا کیا، اس سے بہتر ہے کہ بجٹ کے کاغذ کالے کئے جائیں۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ یہ پوچھیں تو آپ کہتے ہیں کہ یہ ایک false flag operation ہے۔ آج سے پہلے تو ہم نے false flag operation صرف بھارت کے سنے تھے۔ یہ false flag operation بھارت کے ایجنٹوں کا ہے جو یہاں لبادہ اوڑھ کر بیٹھے ہیں اور کہتے تھے کہ ہم ریاست مدینہ بنائیں گے اور ان کی چھٹی بھی مدینہ سے ہوئی ہے کیونکہ یہ جھوٹے ہیں۔ یہ یہودیوں کا مال بٹورتے ہیں اور نام ریاست مدینہ کا لیتے ہیں۔ آج اس بات کا بالکل اعادہ ہونا چاہیے کہ کون جناح ہاؤس جلانے والوں کے ساتھ ہے اور کون پاکستان کے ساتھ ہے۔ جو پاکستان کے ساتھ ہے، وہ عمران خان کے ٹکٹ پر کبھی بھی

الیکشن نہیں لڑے گا۔ جو پاکستان کے ساتھ ہے، اسے سچ بولنا پڑے گا، اسے یہ تمام چیزیں condemn کرنی پڑیں گی اور اسے یہ demand کرنا پڑے گا کہ یہ سب کرنے والوں کا سرغنہ پکڑو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

جناب! یہ سارے کام کرنے سے پہلے اداروں کے خلاف ایک سازش رچائی گئی۔ آپ سے پہلے بھی army chiefs کے متعلق لوگوں کے تحفظات رہے ہیں۔ اسی طرح ہماری پارٹی کے تحفظات رہے ہیں لیکن ایسا کسی نے بھی نہیں کہا ہے۔ یہ Dirty Harry کہتے رہتے تھے۔ تم خود سب سے بڑے Dirty Harry ہو۔ تم نے جتنا پاکستان کی سیاست کو گندا کیا اتنا کسی نے بھی نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر فلک ناز براہ مہربانی اپنی باری پر بولیں۔

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: آپ جس کے ساتھ کھڑے ہیں، وہ ایک traitor ہے اور جو اس کا ساتھ دے رہے ہیں، وہ بھی traitors ہیں۔ آپ ایوان میں کھڑے ہو کر اس دن کے واقعات کو condemn کریں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر پلوشہ Chair سے مخاطب ہو کر بات کریں۔

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: ان کے پاس اینٹ سے اینٹ بجانے کے تمام اسباب تھے اور انہوں نے اینٹ سے اینٹ بھی بجائی۔ ان کے پاس manpower تھی۔ ان کے ساتھ پٹرول اور اسلحہ تھا۔ ان سے انہوں نے اینٹ سے اینٹ بجائی لہٰذا نمرود کے بچوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتی ہیں۔ وہ چپ رہیں تو بہتر ہے۔ اگر اتنی عمران خان سے محبت ہے تو جا کر زمان پارک کے باہر کھڑے ہو جائیں۔ آپ پھر اس ایوان میں کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ کا لیڈر پریشانی میں ہے۔ ہے کسی میں ہمت ہے کہ اس کے پاس جائے۔ یہاں صرف دو لوگ بیٹھ کر ڈیسک بجاتے ہیں۔ آپ نے جو حلال کھایا ہے، کم از کم اس کا تو حساب دو۔ ملک ریاض کو 190 ملین پاؤنڈ کس نے دیا؟ ملک کو IMF کے سامنے کس نے گروی رکھا؟ جواب دو۔ آج کیا ایسی خاص بات ہے کہ باہر بیٹھے کئی لوگ اس معاملے پر شور مچاتے ہیں۔ یہ CIA کے paid agents ہیں۔ انہیں اس بات پر کیوں تکلیف ہوتی ہے۔ کیا اس ملک میں دوسرے لوگوں پر ظلم نہیں ہوا۔ کیا اس ملک میں نواب اکبر خان بگٹی شہید نہیں ہوئے؟ کیا اس

ملک میں محترمہ بینظیر بھٹو شہید نہیں ہوئیں۔ آج آپ خواتین کا نام لیتی ہیں۔ کیا مریم نواز خاتون نہیں تھیں۔ کیا نصرت بھٹو اور فریال تالپور خواتین نہیں تھیں۔ تمہاری ایک خاتون کو کیا پکڑا کہ تم لوگ شور مچانے لگ گئے۔ کون سی خاتون گھر اور بچے چھوڑ کر باہر نکل کر آگ لگاتی ہے۔ وہ کون ہیں؟ ذرا سامنے تو آئیں۔ اتنے مجاہد بنتے ہیں تو accept بھی کریں کہ یہ کام ہم نے کیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: براہ مہربانی تھوڑا سا بجٹ پر بھی بات کریں۔

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: میں اپوزیشن اراکین سے یہی کہوں گی کہ برداشت کریں۔ آپ لوگوں کا آج کل یہاں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے کیونکہ آپ لوگ جا کر اپنے لیڈر کے پاس بیٹھیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ آپ زمان پارک کے باہر ڈنڈے لے کر کھڑے ہوں۔

(مداخلت)

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: میری تقریر کے 10 صفحات ہیں۔ میں تو بجٹ پر ہی بات کر رہی ہوں کہ ملک کو کیسے IMF کے سامنے بیچا گیا۔ یہ بجٹ کا حصہ ہے۔ ملک کو IMF کے سامنے بیچنے والے یہ غدار ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر فوزیہ ارشد صاحبہ! براہ مہربانی تشریف رکھیں۔ باقی سینیٹر صاحبان نے بھی 20،20 منٹ تقریر کی ہے۔

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: IMF کے ساتھ جو کہانی بنی، وہ اس بجٹ کی بنیاد ہے۔ آج آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس پر بات نہ کریں۔ آج آپ کے حق میں جو سارے لوگ کھڑے ہیں، وہ کون ہیں۔ ان کا تو تجزیہ کریں۔ زلمے خلیل زاد کون ہیں؟ اسے پاکستان کے حوالے سے کیوں آگ لگتی ہے؟ امریکہ کا ایک retired diplomat کیوں پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل دیتا ہے۔ جب بھی وہ ایک tweet کرتے ہیں تو comments میں کون لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔ یہی لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔ اگر اس ایوان میں ہم سچ نہیں بولیں گے تو ہمیں یہاں بیٹھنا بھی نہیں چاہیے۔ اگر انہیں ڈر لگتا ہے کہ 9 مئی کے واقعات کی جوابدہی ہو گی تو وہ ضرور ہو گی۔ اگر اس دن کسی نے کچھ نہیں کیا ہے تو اسے کوئی خوف نہیں ہے لیکن اگر کوئی کرنے والا کسی کے سامنے آئے گا اور وہ اسے نہیں روکے گا تو وہ بھی اتنا ہی ذمہ دار ہے جتنا کرنے والا ذمہ دار ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی

کہوں گی کہ IMF معاہدے کے بعد جو پیسے ملنے والے تھے، اس کی راہ میں روڑے اٹکانے والے یہ ضرور جانیں کہ یہ ایک عام سی چیز نہیں ہے۔ ہم کئی دفعہ IMF کے پاس جا چکے ہیں۔ آج بھی IMF نے اس بجٹ پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ اس نے ایسا کیوں کیا ہے کیونکہ اس سامراج کے جو agents یہاں بیٹھے ہیں، ان کے گردنوں پر ہاتھ ہیں۔ بات صرف یہ ہے ورنہ اس ایوان نے تو منی بجٹ بھی پاس کئے۔ سیاسی قیمت ہم نے چکائی ہے۔ IMF کی جو شرائط تھیں، ان کے لئے PDM کی ہر جماعت نے سیاسی قیمت ادا کی۔ کل جیسے سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ معاملات ہمیشہ پہلے سے چند قدم آگے کر دیے جاتے ہیں اور goal post بدل دی جاتی ہے۔ IMF کے Managing Director نے پاکستان کے علاوہ اور کون سے ملک کے متعلق یہ کہا ہے کہ امیروں پر ٹیکس نہیں لگتا اور صرف غریبوں پر لگتا ہے۔ یہ کیسی statements ہیں؟ یہ statements پاکستان میں ارتعاش پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ یہ political statements ہیں۔ ہمارے اندرونی معاملات میں لوگوں کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ جب ہم سارے قید تھے تو کسی کو تکلیف نہیں تھی۔ سوال یہ ہے کہ آج کیوں تکلیف ہے۔ میں یہ ضرور کہوں گی کہ IMF ہمیں خیرات نہیں دیتا، نہ پہلے کبھی دی اور نہ اب دے گا اور نہ ہی آئندہ کسی ملک کو دے گا۔ آئی ایم ایف جو کچھ دیتا ہے اس کے بدلے میں بھاری قرضے وصول کرتا ہے لہٰذا میں بالکل اس بات پر اس حکومت کو سلام پیش کرتی ہوں کہ وہ اپنی ترجیحات کا دوبارہ اعادہ کرے۔ وہ دیکھ لیں کہ اگر ایک طرف سے ہمیں ذلیل کیا جا رہا ہے، ہماری بے عزتی کی جا رہی ہے تو ہم دوسری طرف دیکھنے کا بالکل حق رکھتے ہیں۔ اسی طرح جیسے زرداری صاحب نے کہا تھا کہ کرنسی swap ہوگا، آج زرقا صاحبہ کہہ رہی تھیں کہ تیل نہیں آیا، ایران سے لے لیتے۔ تو زرداری صاحب نے ایران پاکستان گیس پائپ لائن کا معاہدہ کیا تھا۔ آپ کے دور میں سی پیک کو زمین بوس کیا گیا، ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس کو زمین بوس کیا گیا تبھی پاکستان تنہا ہوا لیکن جن کے لئے کیا انہوں نے آپ کو گھنٹی مارنے کے بھی لائق نہیں سمجھا لہٰذا میں اس بات کا بہت خیر مقدم کرتی ہوں کہ آپ دوبارہ سوچ رہے ہیں کہ آپ کو کس طرف جانا ہے۔ اس بات کا بھی خیر مقدم کرتی ہوں کہ اس حکومت نے سولر پینلز پر ڈیوٹی ہٹائی اور اس کو عام انسان کی قوت خرید میں لانے کی کوشش کی۔

ایک اور جو میں آخری بات کرنا چاہتی ہوں کہ چونکہ ملک مشکل میں ہے، لوگ مشکل میں ہیں تو online Apps ہیں جو قرضے دینے کے جھانسے میں لوگوں کو پھانس رہے ہیں لہٰذا، وزیر خزانہ تو یہاں موجود نہیں ہیں، نہ ان کی ڈپٹی ہیں، بہت بہتر ہوگا کہ یہاں جب ہم بولیں تو وہ یہاں موجود ہوں تاکہ وہ ہماری تجاویز کو نوٹ کریں۔

تیسری بات یہ ہے کہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ تنخواہوں میں 35% اضافہ بھی ناکافی ہے اور جو پینشنرز کی پنشن میں سترہ فیصد اضافہ ہے وہ تو بالکل ناکافی ہے، اس کو بھی بڑھانے کے بارے میں غور کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری remittances کے سلسلے میں جو آپ نے کارڈ اور incentives دیئے ہیں وہ بھی بہت بہتر ہیں لیکن ہمارے بیرون ملک رہنے والوں کی آڑ میں جو لوگ ہماری Embassies کے باہر جاکر پاکستانی فوج کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں، جو Embassies کے باہر پاکستانی حکومت کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں ان سب کے پاکستان کے شناختی کارڈ منسوخ کئے جائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جی۔

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: ان کے شناختی کارڈ اور NICOP منسوخ کئے جائیں تاکہ ان کو بھی فیصلہ کرنے کا موقع دیا جائے کہ وہاں کھڑے ہیں یا وہ یہاں کھڑے ہیں، dual nationality کی سہولت ان سے واپس لے لی جائے کیونکہ یہ ایک sovereign ملک ہے کوئی تماشا اور مذاق نہیں ہے کہ وہاں جاکر، یہاں کے اعلیٰ عہدے داروں کی تصویریں لگا کر ان کو بے عزت کریں اور پھر یہاں آجائیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ان کو ایئرپورٹ پر ہی پکڑنا چاہیے۔ لہٰذا میں سمجھتی ہوں کہ ان مشکل حالات میں بجٹ کا آجانا بھی ایک بہت بڑی بات ہے۔ اس بات پر میں اپنی تقریر کا اختتام کرتی ہوں کہ تمام تر سازشوں کے باوجود ان شاءاللہ تعالیٰ پاکستان چلے گا، آگے بڑھے گا اور جو سازش کرنے والے ہیں ان کا منہ ہمیشہ کی طرح کالا ہوگا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی سینیٹر پروفیسر ساجد میر صاحب۔

Senator Sajid Mir

سینیٹر ساجد میر: جناب چیئرمین! شکریہ۔ آپ کے لئے شکریے کے ساتھ خوش خبری ہے کہ میرے خیال میں آپ کو بار بار مجھے تقریر ختم کرنے کے لئے نہیں کہنا پڑے گا۔ اپنے بہت سارے colleagues کی طرح میں بھی سب سے پہلے جو انتہائی المناک، شرم ناک واقعات 09 مئی کو ہوئے ان کے بارے میں تھوڑا سا اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں۔

ملک کی عزت، ملک کے وقار، فوج کے وقار پر شہداء کی یادگاروں پر جس طرح شرمناک طریقے سے حملہ کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی، اس کی ادھر سے مذمت کی گئی ہے اور بڑی اچھی بات ہے کہ اُدھر سے بھی کی گئی ہے لیکن اُدھر سے بہت سے لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اس کی proper investigations ہونی چاہییں۔ ٹھیک ہے ہونی چاہیے کہ کون اس میں ملوث ہے اور کون نہیں لیکن جہاں تک mastermind کا، میں minds نہیں کہہ رہا بلکہ mind کہہ رہا ہوں، جہاں تک mastermind کا تعلق ہے اس کے بارے زیادہ investigation کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ documented ہے کہ گزشتہ ایک سال کے دوران جس طرح زہر بھرا گیا ہے، جس طرح ایک شخص، ایک فرد واحد نے زہر بھرا ہے ملکی فوج کے خلاف، فوج کی قیادت کے خلاف، انہیں غدار کہا، انہیں میر جعفر اور میر صادق کا خطاب دیا، ان کے بارے میں قتل کی سازش کا جھوٹا الزام لگایا، بے بنیاد الزام لگایا اور اسی طرح سیاسی مخالفین کو جس طرح چور اور ڈاکو تسلسل کے ساتھ کہا گیا، جس سے ملک میں ایک نفرت کی فضا پیدا ہوئی اور اس نفرت کی فضا کا یہ کوئی اچانک reaction نہیں ہے کہ کوئی صاحب گرفتار ہوئے اور اس کے رد عمل میں یہ سارے واقعات ہوئے، ایسا نہیں ہے۔ وہ حادثے کے بارے میں کہا گیا ہے نا کہ

وقت کرتا ہے پرورش برسوں

حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

تو یہ حادثہ جو 09 مئی کو ہوا، ایک دم نہیں ہوا، اس کی پرورش ایک سال تک ہوتی رہی، mastermind کون ہے، وہ بالکل واضح ہے اور اس کو گرفت میں لانا اور قرار واقعی سزا دینا بڑا ضروری ہے۔

جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے، اسے دونوں طرف سے مختلف زاویوں سے دیکھا جاتا ہے ، isleکے دونوں طرف سے اسے مختلف زاویوں سے دیکھا جاتا ہے، ایک طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس میں whiteہی whiteہے جبکہ دوسری طرف سے اسے blackہی blackکہا جاتا ہے۔ اصل میں ہر بجٹ black and whiteکا مجموعہ ہوتا ہے، ہر چیز دنیا میں اسی طرح ہے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ موجودہ سیاسی اور معاشی حالات جن سے پاکستان گزر رہا ہے ان میں اس طرح کا بجٹ بنالینا ہی بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جہاں تک آئی ایم ایف کا تعلق ہے، جس طرح وہ کھیل کھیل رہا ہے، کھلواڑ کر رہا ہے پاکستان کے ساتھ، اس سے کم از کم ایک بات، باقی باتیں تو چھوڑیں ایک بات تو واضح ہو گئی کہ بہت سے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کی طرح یہ جو الزام لگایا جاتا تھا کہ یہ imported حکومت ہے، وہ بات تو واضح ہو گئی اگر یہ importedحکومت ہوتی تو امریکہ اور آئی ایم ایف کا رویہ اس حکومت کے ساتھ یہ نہ ہوتا، جو کچھ وہ کر رہا ہے آج وہ یہ نہ کر رہا ہوتا۔ اس سے ایک بات تو کم از کم ثابت ہو گئی۔

اصل میں بات یہ ہے کہ پاکستان کے ہر بجٹ کو تین بھوکے شیروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ تین بھوکے شیر کونسے ہیں؟ ہمارے دفاعی اخراجات، قرضوں اور سود کی ادائیگی اور civil administration میں جو اخراجات ہوتے ہیں۔ ان تینوں پر اخراجات کرنے کے بعد ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچتا۔ ہمارا بجٹ اگر 144 کھرب کا ہے تو ہمارے قرضے 592 کھرب کے ہیں یعنی بجٹ سے چار گنا زیادہ۔

صوبوں کو ان کا حصہ دینے کے بعد مرکز کے پاس 6,900 ارب بچتا ہے تقریباً، اور قرضہ اور سود جو ہم نے اس سال دینا ہے وہ 7300 ارب کے قریب ہے۔ زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ حالات اس سے پہلے نہیں تھے، چند سال پہلے 2017 کو آپ لے لیں، میں زیادہ facts and figures میں نہیں جاتا مختصر بات کرتا ہوں کہ 2017 میں ہم دنیا کی اکیسویں معیشت تھے، یعنی ہماری اکانومی اکیسویں نمبر پر تھی اور گزشتہ حکومت اسے ماشاءاللہ 47 تک نیچے گرا کر چلی گئی۔ اب ظاہر ہے ان حالات میں بجٹ بنانا اور مثالی بجٹ دینا ممکن ہی نہیں رہا۔

ہمارے پی ٹی آئی والے دوست بڑا boast کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے دور میں 6% growth پر جا رہی تھی یہ نہیں بتاتے کہ کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ 13 ارب ڈالر تک پہنچ چکا تھا

جسے موجودہ حکومت اپنے سخت معاشی اقدامات سے چار ارب ڈالر پر لے کر آئی ہے لیکن اس کے لئے کیا کرنا پڑا ہے ، ضروری درآمدات میں کمی کرنی پڑی ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ ملکی صنعتیں متاثر ہوئی ہیں۔

درآمدات کم کرنے سے صنعتی پہیہ بھی رکا اور انڈسٹری سے ٹیکس کی وصولی بھی کم ہوئی، اس کی بجائے حکومتی اخراجات میں کمی لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بہر حال جو اس بجٹ کے خوش آئند پہلو ہیں ان میں تنخواہوں اور پنشن میں اضافے کا مسئلہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مہنگائی میں کمی کے اقدامات بھی کرنے چاہییں خاص طور پر کھانے پینے کی اشیاء اور utility bills کم ہوں تو پھر تنخواہیں اور پنشن بڑھانے کا حقیقی فائدہ لوگوں کو ملے گا۔

دوسری بات جو خوش آئند ہے وہ زرعی مشینری، اچھے بیج، IT related مصنوعات اور solar panel پر duty کا ختم کرنا ہے، یہ بھی بڑے اچھے اور قابل تحسین اقدامات ہیں لیکن اس کے ساتھ بڑی اچھی بات ہے کہ زراعت کی طرف حکومت نے اس بجٹ میں توجہ دی۔ اس کے ساتھ فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لیے بھی تمام تر وسائل بروئے کار لانے چاہییں۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ زرعی زمین کا جو زیاں، نقصان ہو رہا ہے، جس طرح چار چار، آٹھ آٹھ کنال کے گھروں اور farm houses میں استعمال کیا جا رہا ہے، اس کی روک تھام قانونی طور پر بڑی ضروری ہے۔ زرعی زمین کا زیاں ہم مزید afford نہیں کر سکتے۔

تیسری بات جس کی تحسین کی جانی چاہیے، وہ current account deficit میں 76% کی کمی، تجارتی خسارے میں 40% کے قریب کمی، یہ بھی قابل تعریف بات ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ تمام تر مشکلات کے باوجود، بڑی حد تک اس بجٹ کو tax free budget کہا جا سکتا ہے لیکن جناب چیئرمین! بجٹ کے بارے میں کچھ بنیادی سوال بھی ہیں جنہیں address کرنا چاہیے۔ بجٹ خسارہ کیسے پورا ہوگا، اس کا یہی جواب ہے کہ مزید قرضے لے کر پورا کرنا۔ تنخواہوں میں اضافہ اور PSDP کے لیے جو رقم رکھی جا رہی ہے، بڑی رقم رکھی جا رہی ہے، اس کے لیے بھی ہمیں قرضے لینے پڑیں گے۔ اس کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے؟

دوسری بات، ٹیکس چوری کا culture اس ملک میں ہوتے ہوئے tax collection کا ایک بلند target, 9,200 ارب روپے، کیسے پورا کیا جائے گا؟ اس کی طرف

توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ پورا نہ ہوا تو پھر بجٹ کا یہ خسارہ بڑھ جائے گااور ہمارے لیے مشکلات بھی بنیں گی۔ ابھی تک جو گفتگو کر چکا ہوں، اس میں ایک دو تجاویز بھی آ گئیں مثلاً حکومتی اخراجات کا کم کرنا، زرعی زمینوں کا زیاں روکنا، فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کی کوشش کرنا۔ دو تین تجاویز اور بھی ہیں۔ IT related مصنوعات اور خدمات بڑھانےاور ان کی export بڑھانے کی بڑی ضرورت ہے۔ اس سیکٹر کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! اگر بھارت سالانہ دو سو ارب ڈالر کے قریب IT related sector سے کما سکتا ہے تو کیا ہم شروع میں ابتداء کے طور پر بیس ارب بھی نہیں کما سکتے؟ اس سے زیادہ ہم کما سکتے ہیں۔ اس کی طرف توجہ دینا بڑا ضروری ہے۔ دوسرا، ٹیکسٹائل سیکٹر کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ بنگلا دیش، ہمارا ٹوٹا ہوا بازو، ٹوٹا ہوا حصہ، روئی کی پیداوار نہ ہونے کے باوجود 46 ارب ڈالر اس کی export ہے۔ ہمارا ملک cotton پیدا کرنے والا شاید پانچواں بڑا ملک ہے مگر ہماری value added برآمدات 14 ارب سے زیادہ نہیں ہیں۔ ٹیکسٹائل سیکٹر کی طرف توجہ دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

تیسری بات، ایک تجویز ہمارے ایک ساتھی نے دی تھی اور میں اس کی پرزور تائید کروں گا اگرچہ اسے بڑی احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے لیکن ہے بڑی ضروری کہ جو شعبے یا جو محکمے خسارے میں چل رہے ہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں اور اربوں کا خسارہ ان کی وجہ سے ہو رہا ہے، ان کی privatization کی طرف توجہ دینی چاہیے، اس کے بغیر ہم اس معاشی دلدل سے نہیں نکل سکیں گے۔

جناب چیئرمین! قرضوں کی ادائیگی کے لیے یا مزید تعمیر و ترقی کے لیے یا تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے مزید قرضے لیتے جانا، یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اپنی پیداوار بڑھانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ملکی پیداوار اور exports بڑھانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ میں ان ہی الفاظ کے ساتھ ایک مرتبہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر افنان اللہ خان صاحب۔

Senator Afnan Ullah Khan

سینیٹر افنان اللہ خان: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ، آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا۔ بجٹ پر تقریر شروع کرنے سے پہلے، پچھلے ایک، ڈیڑھ سال سے پاکستان میں جو معاملات چل رہے ہیں، ان پر میں تھوڑا سا background دینا چاہوں گا تاکہ ایک context set ہوسکے کہ یہ بجٹ اس طرح کا کیوں ہے۔ جب 10 اپریل 2022 کو پی ٹی آئی کی حکومت عدم اعتماد کے ذریعے ہٹائی گئی جو ایک Constitutional process ہے، اس کو پی ٹی آئی accept کرتی، انہوں نے نہ اسے accept کیا بلکہ پاکستان کے خلاف ایک پوری کی پوری سازش شروع کر دی اور صرف پاکستان کے اندر نہیں، پاکستان سے باہر بھی ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پاکستان کو بدنام کرنے کی سازش کی گئی، بار بار یہ campaign چلائی گئی کہ ملک default ہورہا ہے، ملک default ہوجائے گا، اگر یہ نہیں کیا تو ملک default ہوجائے گا۔ آج تک میں نے کبھی اس طرح نہیں سنا کہ کسی ملک میں کوئی سیاسی پارٹی اپنے ملک کو default ہونے کی campaign چلا رہی ہے اور خیبر پختونخوا کے سابق وزیر خزانہ اور شوکت ترین نے مل کر باقاعدہ اس پر ایک سازش کی، آئی ایم ایف کو ایک خط لکھا کہ پاکستان کو قرضہ نہ دیا جائے۔ یہ تمام معاملات پاکستان میں تھے اور پھر انہوں نے جاتے جاتے 5 billion dollars کے foreign exchange reserves ایک مہینے میں drain کیے۔ آپ فروری 2022 کی State Bank کی رپورٹ check کرلیں، انہوں نے 5 billion dollars ایک مہینے میں drain کیے تاکہ اگلی حکومت کے لیے مسائل پیدا ہوں۔ پھر انہوں نے پاکستان کے GSP plus status کو target کیا۔ انہوں نے پاکستان کے trade کو target کیا، پاکستان کے foreign relations کو target کیا، cypher کی کہانی گڑھی اور اس کے بعد سڑکوں پر آکر انتشار پھیلایا۔ وہ انتشار پھیلاتے پھیلاتے یہاں تک کہ 9 مئی کا واقعہ ہوا۔ 9 مئی کے واقعے پر اچھی بات ہے کہ یہ لوگ اس کی مذمت کر رہے ہیں لیکن صرف مذمت تو مسئلے کا حل نہیں ہے۔ یہ بات establish ہوچکی ہے بلکہ یہ بات تمام حلقوں کو بتانی چاہیے کہ اس کا سرغنہ کون تھا تاکہ آئندہ کبھی اس ملک میں ایسا نہ ہو کہ حکومت جائے اور ایک بندہ ملک دشمنی میں اس حد تک چلا

جائے کہ وہ اپنے ملک کو بدنام کرے، اپنے ملک کی خارجہ پالیسی کو تباہ کرے، تجارت کو تباہ کرے اور پھر فوج پر حملہ کرے۔

جناب چیئرمین! جب ایسے حالات میں بجٹ کو سامنے رکھا گیا، آپ کو یاد ہوگا کہ 2017 میں جب پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت ختم ہوئی تو PSDP کی مد میں تقریباً ایک ہزار ارب روپے رکھے گئے تھے۔ اس کے بعد تبدیلی آ گئی، جیسے بھی لائی گئی تو وہ PSDP کم ہوتے ہوتے پانچ سو ارب روپے پر آ گیا۔ حالانکہ پی ٹی آئی ہمیشہ بڑی ترقی کی باتیں کرتی ہے مگر بجائے اس کے کہ وہ PSDP کو بڑھاتے، وہ اسے تقریباً آدھا کر گئے مگر خوش آئند بات یہ ہے کہ اب دوبارہ حکومت نے PSDP کے لیے تقریباً 950 ارب روپے کا پروگرام دیا ہے اور اس پروگرام کے تحت پاکستان میں Special Economic Zones بنیں گے، پشاور، کوئٹہ اور سیالکوٹ میں نئے Expo Centres بنائے جائیں گے تاکہ پاکستان کا trade بڑھایا جا سکے۔

جناب چیئرمین! پاکستان مسلم لیگ (ن) کے دور میں میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں ہم نے پاکستان میں motorways کا جال بچھایا۔ پشاور سے کراچی تک کا پورا جال میاں محمد نواز شریف صاحب کے دور میں بچھایا گیا مگر سکھر- حیدرآباد والا portion رہ گیا تھا۔ انہوں نے چار سال میں اس پر کام نہیں کیا، صرف زبانی جمع خرچ ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب اس پر کام شروع ہو گیا ہے اور ان شاء اللہ سکھر- حیدرآباد موٹروے آنے والے چند سالوں میں مکمل ہو جائے گی۔ جو ہمارا ایک پرانا بڑا خواب تھا کہ north south connectivity ہو تاکہ پاکستان میں trade بڑھے اور businesses کے لیے بہتر مواقع ہوں، ان شاء اللہ میاں محمد نواز شریف صاحب کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔ اس کے علاوہ جو major highways بلوچستان میں ہیں ان کے لیے بڑا significant fund رکھا گیا ہے، public private partnership کے تحت لاہور ساہیوال موٹروے یا اس کو initiate کیا جا رہا ہے جس کے تحت ظاہر ہے ہمارا ایک بہت بڑا آبادی کا حصہ ہے جو موٹروے سے connected نہیں ہے، اس کو بھی connect کیا جائے گا، پھر تقریباً 2017-18 میں جب Muslim league کا آخری دور تھا تو ہم نے Higher Education Commission کو ساٹھ ارب روپے کا بجٹ دیا تھا جو کہ PTI کے دور میں کم ہوتے ہوتے 26 ارب روپے کا رہ گیا ہے اور Higher Education

Commissionمیں ہماری تمام یونیورسٹیاں ہیں جو بچے باہر جاتے ہیں ان کو جو بھی fundsملتے ہیں وہ ان کے throughہی دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس حکومت نے دوبارہ ساٹھ ارب رکھ دیئے ہیں۔ اس کے تحت بہت سارے projectsہوں گے مگر میں آپ کو بتا دوں کوئٹہ کا جو NUSTکا campusہے وہ ان شاءاللہ تعالیٰ بنے گا پھر scholarship programmeکے تحت ہزاروں پاکستانی بچوں کو باہر بھیجا جائے گا، پھر گوادر یونیورسٹی کا بھی اس بجٹ میں رکھا گیا ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے تقریباً ایک لاکھ ,laptops جن بچوں نے اپنی degreesکرلی ہیں یا ابھی کرنے لگے ہیں، جو deservingبچے ہیں ان کو programmeکے through laptopsدیئے جائیں گے جس کے تحت وہ نہ صرف اپنی education completeکر سکتے ہیں بلکہ ان کو بہتر روزگار بھی ملے گا۔ جناب چیئرمین!

Women on wheels programmeکے تحت وزیر اعظم صاحب کا ایک initiativeہے، جس کے تحت خواتین کو موٹر سائکلیں دی جائیں گی تاکہ ان کی movementکو facilitateکیا جاسکے، پاکستان کی معیشت میں جو ان کا کردار ہے اس کو بڑھایا جاسکے، یہ ایک بڑا خوش آئند معاملہ ہے۔ جناب چیئرمین! Journalistsکے لیے health insuranceہے، آپ کو پتا ہے journalistsہمارے ملک کا بہت importantطبقہ ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں ایک ستون بھی ہے، ان کے لیے ایک ارب روپے کی insuranceرکھی گئی ہے تاکہ ان کے جو بھی healthسے relatedمسائل ہیں، ان کو addressکیا جائے۔ کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں ان شااللہ آئی ٹی پارک بنانے شروع کیے جائیں گے، میں اسلام آباد سے related اس لیے بتانا چاہوں گا کیوں کہ پچھلے ایک سال سے مسلم لیگ (ن) کی حکومت by and large اسلام آباد میں اس کے علاوہ کہیں اور نہیں تھی تو IJPروڈ جس کو کرنل شیر خان روڈ کا نام دیا گیا ہے وہ مکمل ہوا ہے، ہم نے راول فلائی اوور completeکیا ہے، بہارہ کہو کا بائے پاس مکمل کیا ہے اور اس کے ساتھ ایک metro lineبھی بنا رہے ہیں، جس کی feasibilityاس سال ہو جائے گی اور ان شاء اللہ آنے والے سالوں میں اس کو مکمل کیا جائے گا، PIMS کا جو ہسپتال ہے، اس میں accident and emergencyکے لیے 200 bedکو addکیا جائے گا، E-11/3میں جناح ہسپتال کو بنایا جائے گا، اسلام آباد میں کینسر ہسپتال کی بنیاد رکھی جائے گی۔ اس

کے علاوہ وزیر اعظم صاحب نے صحت کارڈ جو کہ مسلم لیگ (ن) کے دور میں ایک project شروع کیا گیا تھا کہ تمام لوگوں کو بالخصوص جو غریب لوگ ہیں ان کو ایک facility دی جائے جس کے تحت health care کا انتظام کیا جائے، اس میں وزیر اعظم صاحب نے funding دی ہے، railway میں Freight کے لیے 820 نئی بوگیاں خریدی جائیں گی تاکہ ملک میں logistics کو بہتر کیا جائے تقریباً 230 passenger coaches جو state of the art ہیں وہ لی جائیں گی۔ پاکستان Satellite programme کے تحت PAKSAT MM1 satellite ان شاءاللہ بھیجی جائے گی۔ یہ جو دور ہے آگے space sciences کا دور ہے اور آپ نے دیکھا ہوگا باقی دنیا میں اس پر کافی ساری investments ہو رہی ہیں اور بڑی ترقی ہو رہی ہے۔ حکومت نے اس کے لیے بھی فنڈ رکھے ہیں پھر تقریباً 58 ارب روپے داسو ڈیم کے لیے رکھے ہیں جو completion کے کافی قریب ہے وہ رکھا گیا ہے۔ بلوچستان میں ایک پنجگور storage dam بنایا جائے گا، دیامیر بھاشا کے لیے پیسے رکھے گئے ہیں، مہمند ڈیم کے لیے بھی پیسے رکھے گئے ہیں جو ان شاءاللہ تعالیٰ اگلے دو سالوں تک complete ہو جائے گا۔ پھر K-IV water project جو کراچی کی بڑی پرانی demand ہے، اس کے لیے بجٹ میں پیسے رکھے گئے ہیں، پاکستان atomic programme, ۔ مسلم لیگ (ن) کی حکومت آنے سے پہلے پاکستان میں جو total generation capacity تھی وہ 500-600MW تھی، میاں محمد نواز شریف صاحب نے کراچی میں KANUPP-2 and KANUPP-3 شروع کیا، اس کے بعد ہماری جو capacity ہے وہ 4600MW پر چلی گئی، اس programme کو ان شاء اللہ تعالیٰ مزید extend کیا جائے گا۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میں جو لوگ below poverty line ہیں ان کے لیے تقریباً پانچ سو ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ جو small and medium enterprises ہیں ان کے لیے تقریباً دس ارب رکھے گئے ہیں۔ Solarisation کا ایک اچھا programme دیا گیا ہے جس کے تحت پاکستان میں جو raw material ہے اور جو solar panels and solar panels cells ہیں ان پر duties ختم کی گئی ہیں تاکہ وہ لوگوں کی پہنچ میں آجائے اور وہ اس کو استعمال کر کے اپنی بجلی کی ضروریات کو پورا کریں۔ جام شورو کول پاور پلانٹ کے لیے پیسے رکھے گئے ہیں، ہمارا plan ہے کہ

تاجکستان سے 500KV کی line لے کر آئیں گے تاکہ وہاں سے ہم اپنی بجلی خرید سکیں، اس کے لیے بھی بجٹ میں پیسے رکھے گئے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ بجٹ ایک عوامی بجٹ ہے۔ ہم نے کوشش یہ کی ہے کہ ہمارے ملک کے جو تمام مختلف لوگ ہیں ان کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو۔ یہاں پر اس سے پہلے opposition نے بات کی کہ قرضہ لے کر بجٹ بنایا جارہا ہے، یہ بات درست ہے کہ قرضہ لے کر بجٹ بنایا جارہا ہے، اس کو کوئی deny نہیں کرسکتا۔ جب آپ کی چار سال اس ملک میں حکومت تھی تو آپ نے 24000 ارب روپے جو پاکستان کا internal debt تھا اس کو آپ 46000 ارب روپے پر لے کر گئے، آپ کو اس وقت اس بات کیا خیال نہیں آیا؟ جب آپ نے اس ملک میں zero per cent interest پر بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو پیسہ دیا تو اس وقت آپ کو خیال نہیں آیا؟ اس میں کوئی شک نہیں لیکن میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ اگر پاکستان میں political stability رہی تو یہ معاملات تبدیل ہوسکتے ہیں یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ اس کو address نہ کیا جائے۔ نجکاری پر حکومت کا کافی focus ہے کہ وہ نجکاری سے پیسے بنائے۔ دفاعی بجٹ پر بات کی گئی، دفاعی بجٹ اب 6 ارب ڈالر کا رہ گیا ہے۔ سینیٹر دنیش صاحب نے یہ بڑی اچھی بات کی، 2017 میں یہی دفاعی بجٹ 1100 ارب روپے تھا جب ڈالر 110 روپے کا تھا، 10 billion dollar سے یہ گرتا گرتا 6 پر آیا ہے یہ کوئی ایک دن میں نہیں ہوا، یہ پچھلے پانچ سالوں کی تباہی کی وجہ سے ہے۔ یہ project Imran Khan and hybrid regime کا نتیجہ ہے جو یہاں پر پہنچا ہے ورنہ جب اس ملک میں جمہوریت یا جمہوری ادارے صحیح کام کر رہے تھے تو ملک ترقی کر رہا تھا۔ جناب چیئرمین! PTI کے لوگوں نے کہا، بڑی تنقید کی لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں، آپ نے کہا تھا کہ ایک کروڑ نوکریاں ہوں گی اور پچاس لاکھ گھر ہوں گے، آج عوام آپ سے پوچھتی ہے کہ وہ ایک کروڑ نوکریاں اور وہ پچاس لاکھ گھر کہاں ہیں؟ آپ نے کہا تھا جب ہماری حکومت آئے گی تو لوگ زیادہ tax دیں گے، ہم tax to GDP ratio 12% پر چھوڑ گئے تھے، وہ آپ کے دور میں 9% پر آگیا، اب اس کو دوبارہ بڑھانے کے لیے کام کیا جارہا ہے اور اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ آنے والے دنوں میں اچھی خبریں آئیں گی۔ ہمارے PTI والے دوست یہ کہہ رہے ہیں کہ معیشت کے ساتھ یہ ہونا چاہیے یہ نہیں ہونا چاہیے، مجھے آپ یہ بتادیں کہ آج تک آپ کے پاس finance minister نہیں ہے، آپ کبھی حفیظ شیخ کے پاس جاتے ہیں کبھی آپ IMF کے پاس جاتے ہیں اور

کبھی آپ ترین صاحب کے پاس جاتے ہیں، وہ آپ کے finance minister تو نہیں ہیں، جو پارٹی آج تک ایک finance minister نہ ڈھونڈ سکی ہو یا بنا سکی ہو وہ پاکستان میں کیا تبدیلی لائے گی؟ خالی بڑی بڑی باتیں کرنے سے تو پیٹ نہیں بھریں گے، جناب چیئرمین! میں اپنی تقریر اب ختم کروں گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر افنان اللہ خان: میں اپنی آخری بات کر رہا ہوں، اس پر بہت بات ہوئی کہ political stability ہوگی تو economic stability آئے گی کیوں کہ political system پر آپ کی economy کھڑی ہوتی ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ وہ political stability کیسے آئے گی؟ اور وہ کون سی چیز ہے کہ اگر ہو گئی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں political stability آرہی ہے، میری یہ پاکستان کے لوگوں سے درخواست ہے کہ دیکھیں پاکستان میں ایک political party کے پاس ایک clear mandate جب ہوگا تو پاکستان میں political stability آئے گی۔ ہمارے پاس ایک clear mandate 2013 میں تھا، ہم نے دو سالوں تک مشکل decisions لیے اور اس کے بعد تین سال آسودگی کے آئے، fragmentation political or political stability fragmented parliament اور economic prosperity نہیں آتی۔ یہ عوام اپنے ذہن میں رکھیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سال الیکشن کا سال ہے، اپنا ووٹ ڈالتے ہوئے یہ بات اپنے ذہن میں رکھیں کہ اس پارٹی کو ووٹ دیں جن کا track record ٹھیک ہو، جنہوں نے آپ کو پہلے deliver کرکے دیا ہو، خالی باتوں سے تو کسی کے پیٹ نہیں بھرتے، اس پر میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ سینیٹر سیمی ایزدی صاحبہ، موجود نہیں ہیں۔ جی سینیٹر رانا مقبول احمد صاحب، موجود نہیں ہیں۔ جی سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب۔

Senator Kamran Murtaza

سینیٹر کامران مرتضیٰ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ۔ جناب! جب جتنے بھی دوست تقریریں کر رہے تھے تو ایک چیز جس کا بجٹ سے تعلق نہیں تھا لیکن وہ بڑے تواتر سے کہی

گئی، وہ بات 9th and 10th مئی کے واقعات پر تھی۔ 9th and 10th مئی کے واقعات کی مذمت سب نے کی لیکن اس کو کسی نے منطقی انجام تک پہنچانے کی بات نہیں کی۔ جناب! ہمارے ملک میں ہمارے قانون کے مطابق کسی بھی case میں تفتیش مکمل کرنے کے لیے 14 and 15 days بہت ہوا کرتے ہیں اور قانون نے اس کے لیے یہی مدت مقرر کی ہے، اگر آپ 9th یا 10th مئی سے لیں تو اس میں 14 days add کریں تو 20th and 25th مئی تک اس کی تفتیش مکمل ہو جانی چاہیے تھی۔ Aisle کی اس جانب اور اُس جانب سے یہ مطالبہ آنا چاہیے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹرز صاحبان تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائیں، ان کی تقریر سن کر جائیں، افنان اللہ صاحب! آپ بھی بیٹھ جائیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میرے خیال میں اس معاملے کا Chief Justice of Pakistan and Chief Justice Lahore High Court نوٹس لیں کیونکہ لاہور میں زیادہ واقعات ہوئے اور خیبر پختونخوا میں بھی واقعات ہوئے تھے تو Chief Justice of Pakistan اس معاملے کا notice لیں اور اس معاملے کو fast track پر ڈلوا دیتے۔ اس کے نتائج آ جاتے تو شاید اس وقت judicial system میں عدم اعتماد کی بات نہ ہوتی اور یہ بات نہ کی جا رہی ہوتی کہ اس معاملے کو بجائے regular side کسی اور طرح deal کیا جانا چاہیے تھا۔

جناب! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے regular judicial system کی کوتاہی ہے کہ 9th and 10th مئی کے واقعات fast and regular track پر نہیں آ سکے۔ اس معاملے یہ منافقت ہوتی رہی کہ اس کی مذمت بہت لوگ کرتے رہے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس کے ذمہ داران کو سزا دینی چاہیے، کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان کے چالان 10 and 15 days کے بعد court میں آ جانے چاہییں تھے اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ اگر اب تک سزا نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی۔ اس وقت یہ کوتاہی کی گئی اور اس کوتاہی کا نتیجہ خدانخواستہ military court کی صورت میں نکلا تو اس کے لیے تمام نظام اور regular judicial system ذمہ دار ہو گا۔ اس کے لیے political parties بھی ذمہ دار ہوں گی کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ میں اس کے لیے ادب سے کہتا ہوں کہ judicial system میں جو top hierarchy پر

لوگ ہیں، شاید وہ بھی اس کے ذمہ دار ہوں گے کہ کل کوئی ایسی بات ہو جو usual نہ ہوں یا جس پر دنیا میں تنقید ہو رہی ہو۔

جناب! بجٹ کی بات ہو رہی تھی تو ہر سال بجٹ پیش ہوتا ہے اور اس پر ہر سال بحث بھی ہوتی ہے، مجھے نہیں پتا کہ اس بحث کا پاکستانی عوام کو کوئی فائدہ ہوتا ہے یا فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ میں نے کم از کم فائدہ نہیں دیکھا، میں جب سے اس پارلیمان کا ممبر ہوں۔ ہم جب aisle کی اس طرف بیٹھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ بجٹ بہت اچھا تھا لیکن جب aisle کی اس طرف بیٹھتے ہیں تو ہم اس بجٹ پر تنقید کر رہے ہوتے ہیں۔ نہ ان کی تنقید کے باوجود اس ملک کے عوام کی حالت بدلی ہے، نہ ہماری تعریف کے باوجود لوگوں کی حالت بدلتی ہے۔ ہم پہلی حکومتوں کو دوش دیتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ ان کی وجہ سے ہو رہا ہے اور اسی طرح معاملہ چلتا رہتا ہے۔ بہر حال یہ معاملہ اس لیے چلتا ہے کہ 3rd world کا یہ رواج ہے کہ ہم اپنے سے پہلے والوں کو accuse کرتے ہیں اور ہم accuse کرتے کرتے اس طرح اپنا وقت گزارتے ہیں۔ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ ہمارے پاس وسائل کم ہوتے ہیں اور مسائل زیادہ ہوتے ہیں۔ جن ممالک میں وسائل کم ہوتے ہیں یا مسائل زیادہ ہوتے ہیں، ان کا طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وقت میں یہ مقرر کیا تھا کہ اگر کسی پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوتے تھے تو اس کا طریقہ کار یہ ہے لیکن ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ follow نہیں کر سکے۔ کہا جائے گا کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کرتے ہیں، وہ تو 1400 سال پہلے کی بات ہے یا شاید ان کی طرح follow کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو اس دنیا میں just recent past میں follow کیا جاتا رہا ہے۔ آپ China کو دوست کے طور پر claim کرتے ہیں، آپ جس کو اپنے بہت زیادہ قریب claim کرتے ہیں جب وہاں پر انقلاب آیا تھا تو Chairman Mao اپنے گھر میں کھانے نہیں کھاتے تھے کیونکہ وہاں پر کھانا دستیاب نہیں تھا، اس وقت Chinese عوام گھاس پھوس اور پتے کھا کر گزارا کرتے تھے۔ Chairman Mao lead کر رہے تھے، وہ leader تھے، اگر وہ اپنے گھر میں کھانا کھاتے تو شاید ہماری طرح اچھے کھانے جس طرح میں اور آپ کھانا کھاتے ہیں، اس طرح کھانا کھا رہے ہوتے لیکن وہ ہر وقت کا کھانا باہر آ کر عام عوام کے ساتھ کھاتے تھے۔ عوام کے ساتھ کھانا کھانے کا مطلب یہ ہوا کرتا تھا کہ جو تم

نے کھایا ہے، وہ میں نے کھایا ہے۔ ہم اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات پر نہیں جا سکتے، ان کے پیٹ پر دو پتھر تھے تو میرے پیٹ دو پتھر نہیں تو ایک پتھر ہو، آپ اس recent past کی مثال کو لے سکتے ہیں اور آپ اس مثال کو لے کر اپنے ملک کے مسائل بہتر بنا سکتے ہیں۔

جناب! یہ status quo کا نظام ہے جو ہمارے اس ملک میں چل رہا ہے، یہ status quo کا نظام ہے، ہم اس میں figures کو اوپر یا نیچے کرتے ہیں۔ ہم اپنی چادر میں پاؤں ڈھانپتے ہیں تو ہمارا سر ننگا ہوتا ہے، اگر ہم اپنے سر ڈھانپتے ہیں تو ہمارے پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں جب اس چادر سے ہمارے پاؤں نہیں چھپ پاتے تو اس کا ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ نظام تیزی سے اپنی افادیت کھو رہا ہے، اس نظام پر لوگ trust نہیں کر پا رہے۔ بھلے کل وہ بیٹھے تھے تو بھی لوگ trust نہیں کر رہے تھے، اگر آج ہم PDM and allies کی حکومت ہے، شاید اس پر کسی کا trust نہیں بن رہا۔ Trust نہیں بن رہا تو اس سے خطرناک صورت حال پیدا ہوتی ہے، اگر آپ اس status quo کو درست نہیں کریں گے تو اس کے بعد اس کے نتائج خراب ہوتے ہیں، دو طرح کے نتائج نکلتے ہیں۔ جناب! جس ملک میں نظام اپنی افادیت کھو دیتے ہیں تو اس ملک میں ایک طرح، ایک رنگ و نسل، ایک ہی زبان بولنے یا ایک ہی قومیت سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے ہیں اور ایک ہی فقہ اور مکتبہ فکر کے لوگ رہتے ہیں تو پھر اس ملک میں انقلاب آیا کرتا ہے، اس ملک میں لوگ اپنے سے اوپر والے طبقے کو قتل کر کے انقلاب لاتے ہیں۔ جس ملک میں ایسا نہ ہو جس میں مختلف قومیتوں کے لوگ رہے ہوں جس میں مختلف فقہوں کے لوگ رہ رہے ہوں تو پھر اس میں دوسری طرح کی بات ہوتی ہے، خدانخواستہ اس میں ملک کی تباہی، بربادی اور disintegration کی بات ہوا کرتی ہے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے جس میں کوئی پہلی صورت حال پیدا ہو جائے جس کا امکان کم ہے یا خدانخواستہ دوسری صورت حال پیدا ہو جائے، بظاہر جس کا امکان زیادہ نظر آتا ہے۔ اس status quo کو درست کرنا ہوگا، اپنے آپ اور اس elite کو اس جامے میں لانا پڑے گا، وہ جس جامے سے باہر نکلی ہوئی ہے اور اس نے دوسرے لوگوں کو نظرانداز کیا ہوا ہے اور ہماری پالیسیاں صرف ڈنگ ٹپاؤ کے لیے ہیں، آج کا دن گزارنے کے لیے ہیں، نہ کہ ہم نے آگے 5 یا 10 سال کے بارے میں سوچا ہو۔

جناب! ہم سارے اس ایوان کی recommendations کی بات کر رہے ہیں، میرا خیال ہے کہ 20 جون تک یہ اجلاس چلے گا، اس کے بعد recommendations ہوں گی۔ ان recommendations کا کوئی binding effect نہیں ہے، آپ جتنی باتیں کر رہے ہیں، میں نے اپنے پچھلے tenure میں کوئی نتیجہ نکلتے ہوئے نہیں دیکھا اور اب اس tenure میں بھی دو سال گزر گئے ہیں، اس میں بھی نہیں نکلنا تو اس کا کوئی binding effect نہیں ہے۔ آپ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ اس ایوان کی recommendations کا effect نہیں ہوتا، اس کے ساتھ جو دوسرا ایوان ہے جو بظاہر اس سے نسبتاً طاقتور ایوان کہلاتا ہے گو کہ اس کو ایوان بالا کہتے ہیں اور اس کو ایوان زیریں کہتے ہیں لیکن جو طاقتور ایوان ہے، وہ بھی بعض چیزوں پر debate تو کر سکتا ہے لیکن vote نہیں کر سکتا۔ ہم نہ دستور بہتر بنانے کی طرف جائیں گے، نہ ہم اس پر debate کر کے اس میں کوئی تبدیلی لانے کے خواہاں ہیں، نہ ہم نے کسی معاملے کو درست کرنا ہے، ہم یہاں پر بیٹھتے ہیں، بات کرتے ہیں اس کے بعد خوشی خوشی گھر چلے جاتے ہیں کہ جی ہم نے بہت تیر مارا ہے اور آپ کے سامنے یہ ہم تیر مار رہے ہیں، اس کا نتیجہ میں جانتا ہوں، میں پچھلے چھ سالوں سے بھی اور اب دو سالوں سے بھی اس بات سے واقف ہوں کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلنا اور اس ایوان میں بھی جو لوگ کر رہے ہیں اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلنا ہے، ایک بنا بنایا بجٹ آتا ہے، اس میں ہم نے figures کو اوپر نیچے کرنا ہوتا ہے، اسی کمبل سے یا ہم نے پاؤں ڈھانپنے ہوتے ہیں، یا سر ڈھانپنا ہوتا ہے اور اگر ہم اوپر کا حصہ ڈھانپیں گے تو نیچے کا حصہ ننگا ہو گا اور نیچے کا حصہ ڈھانپیں گے تو اوپر کا حصہ ننگا ہو گا۔

جناب ہم پہلے کسی زمانے میں دفاعی بجٹ پر تنقید کیا کرتے تھے۔ ساجد میر صاحب نے بھی تین شیروں میں سے ایک شیر کہا لیکن میرا خیال ہے کہ باقی تمام شیر بھی، دفاعی بجٹ والا شیر بھی کمزور پڑ گیا ہے اور باقی شیر بھی کمزور پڑ گئے ہیں۔ ہم نے جو اتنے بڑے قرضے لیے ہوئے ہیں جنہیں ہمیں واپس کرنا ہے یہ سب سے بڑا شیر ہے جو اس وقت ہمیں نوچ نوچ کر کھا رہا ہے۔ اس قرضے کو واپس کرنے کے عمل کو شاید ہم meet with نہیں کر پا رہے ہیں۔ بھلے آپ کہیں کہ اس حکومت کو پانچ سال مزید مل جائیں، اگلے پانچ سال بھی الیکشن جیت جائے لیکن ان قرضوں کے ساتھ آپ آگے نہیں جا سکتے ہیں۔ ان قرضوں کو نیچے لے جانے کا طریقہ یہی ہے کہ ہمارے اوپر جو

مزے کرنے والا طبقہ ہے وہ اپنے اخراجات کو کم کرے، اپنے معاملات کو ٹھیک کرے اور اگر ٹھیک نہیں کرے گا تو پھر ہمارے ملک میں اور کچھ بیچنے کے لیے نہیں رہا۔ پہلے آپ چیزیں export کیا کرتے تھے، آپ کہتے تھے کہ گندم surplus ہے، کبھی آپ کپاس اور کبھی کسی اور چیز کی بات کرتے تھے مگر اب آپ کے پاس اپنے بچوں کو بیچنے کے علاوہ کچھ نہیں رہا۔ بچوں کو بیچنے کا عمل وہ ہے جو ہمارے بچے باہر کے ممالک میں جاتے ہیں اور وہاں کام کرتے ہیں، وہ جو پیسے کما کر وہاں سے ہمارے ملک میں بھیجتے ہیں جو کہ ہمارے ملک کے زر مبادلہ کا سب سے بڑا ذریعہ رہ گیا ہے، اس عمل کو میں اپنے بچے بیچنے کے عمل سے تشبیہ دیتا ہوں، ہمارے پاس اس عمل کے علاوہ اور کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے، ہم اپنی youth کو بیچ رہے ہیں، ہمارا جتنا بھی پڑھا لکھا اور کام جاننے والا طبقہ ہے وہ باہر نکل رہا ہے۔ جب وہ نکل جائے گا تو پھر ہمارے ملک کا کیا حال ہو گا۔ ہم جو اپنے بچوں کو بیچ رہے ہیں وہ بھی مناسب داموں نہیں بیچ رہے، کبھی کوئی کشتی ڈوب جاتی ہے اور وہ بے چارے ڈوب جاتے ہیں، کبھی ان کے ساتھ کوئی حادثہ ہو جاتا ہے اور یہ بچے مر جاتے ہیں، یہ سودا کرنے کے کام کو بھی ہم صحیح انداز میں نہیں کر رہے ہیں اور اس طرح سے ہماری یہ صلاحتیں ضائع ہو رہی ہیں۔

جناب بجٹ کی بات آتی ہے تو میں اپنے صوبے بلوچستان کی بات بھی کرتا ہوں۔ میں نے 75 سالوں سے جو پڑھا ہے، سنا ہے اور دیکھا ہے اس میں کوئی بھی mega project بلوچستان کے لیے نہیں آیا ہے۔ بلوچستان کے ساتھ ہم تو کہتے تھے کہ بھائیوں والا سلوک کرو، پھر اس کے بعد ہم نے demand کی کہ بہنوں والا سلوک کر لو، پھر اس کے بعد اب ہم کہتے ہیں کہ transgender or intersex والا سلوک ہی کر لو، بلوچستان اس ملک کا 42% ہے اور وہاں پر حالت یہ ہے کہ پچھلے سیلاب میں جو پل گر گئے تھے، جو راستے کٹ گئے تھے، اس 42% والے ملک کے اس حصے کے راستوں کو ہم restore کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ جب آپ کی یہ حالت ہو گی کہ آپ اپنے ملک کے 42% والے حصے کو کاٹ کر تماشہ دیکھتے رہیں گے اور ٹرین سال کے لگ بھگ بند رہے گی، ابھی تو restore ہو گئی ہے اور سڑک ابھی تک restore نہیں ہوئی ہے اور جس دن پھر بارش ہوتی ہے، پانی آتا ہے یا زیادہ پانی آتا ہے تو پھر ایک بڑا حادثہ ہو جاتا ہے۔ اس دن کوئی بڑا ٹرالا وہاں رک جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم پورے پاکستان سے کٹ جاتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو ایٹمی ملک کہلاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ اس کا 42% حصہ ایک سال سے جب

چاہے بند ہو جاتا ہے، جب تھوڑی بارش ہوتی ہے یا کوئی بڑا ٹرالا وہاں سے گزرتے ہوئے پھنس جاتا ہے تو راستے بند ہو جاتے ہیں تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آپ کہاں پر اور کس طرف سے ترقی کر رہے ہیں، آپ کس چیز پر کہتے ہیں کہ اس بجٹ میں ہمارا یہ کمال ہے، آپ تو اپنا ایک پل نہیں بنا سکتے ہیں، آپ کو بلوچستان کی ٹرین کے route کو restore کرنے میں ایک سال لگا ہے، آپ آج تک سڑک کو restore نہیں کر پائے ہیں، آپ کی traffic معلوم نہیں کتنے کچی اور پکی جگہوں سے divert ہو کر گزرتی ہے، اس لیے 75 سالوں میں اگر آپ نے بلوچستان کو کچھ دیا ہے تو وہ ایک گوادر دیا ہے اور وہ بھی بلوچستان کی وجہ سے نہیں دیا ہے، وہاں سے آج آپ سمندر ہٹا لیں اور کسی اور جگہ لے جائیں تو گوادر کو بھی آپ ایسے بھول جائیں گے جیسے باقی بلوچستان کو بھول گئے ہیں، وہی حال ہو گا جو آپ نے 42% ملک کے حصے کے باقی زمینی اور ٹرین کے راستوں کے ساتھ کیا ہے اور اس کا آپ کو کوئی خیال نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! پہلے تو آپ ہمیں کوئی سکیم دیتے نہیں ہیں اور اگر ہمیں کوئی سکیم دے بھی دیتے ہیں تو پھر ہمارے ساتھ بہت خوب صورت کام اور حرکت کرتے ہیں۔ ابھی تک میں نے بجٹ کی یہ کتابیں نہیں پڑھی ہیں۔ پچھلے بجٹ میں جب اس پارٹی کی حکومت تھی تو میں یہ کتابیں لے گیا تھا اور میں نے دیکھا کہ چکوال سے ایک صاحب ہوا کرتے تھے جو اب نہیں ہیں، چکوال کو جو بھی بجٹ دیا گیا اس کی سکیمیں دو سے تین سالوں میں مکمل ہوتی تھیں، بلوچستان کی سکیم دس سالوں میں بھی مکمل نہیں ہوتی ہے۔ چکوال اور بلوچستان میں تو پھر یہ فکر موجود ہے۔ میں صرف چکوال کی نہیں گجرات کی بھی بات کر رہا ہوں کیونکہ گجرات کی بھی اس وقت کسی کی کسی کے ساتھ دوستی اور تعلق تھا۔ میں نے سکیموں کو دیکھا گجرات اور چکوال کی سکیم بھی دو سے چار سالوں میں مکمل ہو جاتی ہے، بلوچستان کی سکیم رو رو کر بھی دس سالوں میں مکمل نہیں ہوتی ہے اور جب آپ دس سالوں میں بھی سکیم مکمل نہیں کرتے ہیں تو پہلے کے لگے ہوئے پیسے ضائع ہو جاتے ہیں، یہ ہمارے ساتھ بڑے بھائی اور باقی بھائیوں کا سلوک ہے، ہماری گجرات، چکوال یا گوجرانوالہ جتنی حیثیت نہیں ہے اور جب ہماری حیثیت نہیں ہے تو یقیناً وہاں بھی لوگوں کو تکلیف ہو گی اسی طرح سے reciprocal ہوتا ہے۔

وسائل کی تقسیم کو دیکھیں، میرے خیال میں ابھی تک بجٹ تقاریر میں کسی نے بھی NFC کے بارے میں بات نہیں کی ہے، NFC کے بغیر ہی سب کچھ چل رہا ہے اور باقی چیزوں کے

بھی بغیر چل رہا ہے مگر آپ کے ہاں مردم شماری ہوئی ہے جو کہ اب تک notify ہو جانی چاہیے تھی۔ ہم بلوچستان میں بیٹھے ہوئے لوگ سنجیدگی کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ اس مردم شماری میں وہاں کی آبادی بڑھی تھی اس لیے وہ ابھی تک notify نہیں ہوئے ہیں، اگر وہ notify ہو جاتی تو اس کے دو سے تین effect ہوتے۔ وسائل کی تقسیم اس notification یا اس آبادی کی بنیاد پر ہوتی، آپ نے نہیں کیا تو وہ پرانی آبادی کی بنیاد پر وسائل کی تقسیم ہو رہی ہے یا پرانے طریقے سے آپ کو جو interim set-up چل رہا ہے اس طرح ہو رہا ہے، اسے notify نہ کرنا ہمارے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے، آپ ہمیں راستوں کے حوالے سے ignore کر رہے ہیں، آپ ہمیں اس حوالے سے بھی ignore کر رہے ہیں کہ آپ ہمیں باقی وسائل مہیا نہیں کر رہے ہیں اور جب آپ باقی وسائل مہیا نہیں کرتے تو شاید وہاں کے پسے ہوئے عوام کو اس کا زیادہ دکھ ہوتا ہے اور وہ زیادہ سوچتے ہیں اور وہ سوچ negative حوالوں کی طرف چلی جاتی ہے۔

یہاں پر یونیورسٹیوں کی بات ہوئی، ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہیں اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دور میں ہم 60 ارب روپے HEC کو دیا کرتے تھے، اس کے بعد دوسری طرف بیٹھے ہوئے لوگوں نے اسے 26 ارب روپے کر دیا۔ جناب آپ تو دشمن کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کو پڑھائیں۔ ہماری جتنی بھی یونیورسٹیاں ہیں اس وقت وہ اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اپنے اساتذہ کی تنخواہیں ادا کر سکیں۔ صوبہ بلوچستان کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کی تنخواہیں ادا نہیں ہو سکتی ہیں، وہ ہر دو ماہ بعد یا چار ماہ کے بعد خیرات کا کشکول لے کر مارے مارے پھرتے ہیں، جب ہم نے اپنی تنخواہیں پوری کرنے کے لیے خیرات مانگنی ہے تو اس کے بعد آپ وہاں سے research کی کیا توقع رکھیں گے۔ آپ وہاں سے ایسی کیا توقع رکھیں گے کہ وہاں سے بچوں کی ایسی کھیپ نکلے جو بڑی talented ہو۔ وہاں پر ایسے معاملات ہیں جس پر کسی قسم کی خوشی نہیں منائی جا سکتی ہے، اس پر صرف دکھ کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

انڈیا کی بات ہوتی ہے، آپ کے جتنے پیسوں میں قرضے ادا ہوتے ہیں انڈیا کے صرف IT کے شعبے کی اس سے زیادہ export ہے اور ہمارے ہاں IT کا شعبہ neglected ہے۔ مجھے کسی نے ایک تصویر بھیجی تھی جسے میں دیکھ رہا تھا، بلکہ وہ ایک تصویر نہیں بھی بلکہ دو تصاویر کو اکٹھا لگا کر بھجوایا ہوا تھا۔ اس میں ایک پاکستانی خواتین کی تصویر تھی اور دوسری بنگلا دیشی خواتین کی تصویر

تھی۔بنگلا دیشی خواتین اسی تصویر میں اپنا کام کر رہی تھیں، دستکاری کر رہی تھیں ، مشین چلا رہی تھیں اور اس سے وہ اپنا روزگار پیدا کر رہی تھیں، ہماری خواتین حبیب بینک اور دوسرے بینکوں کے باہر لائنوں میں کھڑی تھیں بینظیر انکم سپورٹ پروگرام میں جو مانگنے کا طریقہ ہے اگر آپ نے اپنی آدھی سے زیادہ آبادی کو خیرات مانگنے پر رکھنا ہے، اپنی آدھی سے زیادہ آبادی کو اس لائین پر لگانا ہے تو پھر اس ملک میں ترقی کا کوئی concept نہیں ہے، آپ کل بھی خیرات مانگتے تھے، آج بھی خیرات مانگیں گے اور اس کے بعد آنے والے کل میں بھی آپ کے ساتھ یہی کچھ ہوگا۔لہٰذا میری آپ سے درخواست یہ ہے کہ اس میں اپنے بچوں کے لیے ہمیں جو کچھ کرنا ہے اس میں ہمیں اپنی direction کو ٹھیک کرنا ہےاور direction کو صحیح اس صورت میں نہیں کیا جاسکتا جس صورت میں نفرت پھیلا کر دوسروں کو چور سمجھ کر، دوسروں کو چور اور ڈاکو کہہ کر اور ان کے ذہنوں کو زہر آلود کیا جا رہا ہے۔ ہم کسی political charter of democracy پر نہ آئیں ، کسی سیاسی سائیڈ پر نہ آئیں لیکن کم از کم ہمیں ایک charter پر متفق ہونا ہے اور وہ charter معیشت کے حوالے سے ہے، آپ دیکھیں کہ بنگلا دیش میں دونوں خواتین وزرائے اعظم شاید ایک دوسرے کی شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتیں لیکن معیشت کے حوالے سے وہ متفق ہیں کہ بنگلا دیش کو کس طرح سے آگے لے کر چلنا ہے تو خدا کے واسطے آیئے بیٹھیں تمام سیاسی طاقتیں بیٹھ کر ایک حوالے سے متفق ہو جائیں کہ ہمیں پاکستان کو کس طرح سے آگے لے کر چلنا ہے اور اگر ہم اس پر متفق نہ ہو سکے تو جو میں نے مثال دی تھی کہ دو باتیں ہو سکتی ہیں، اس میں پہلی کہ کوئی ایسا انقلاب جس کے نتیجے میں اشرافیہ elite قتل ہو جائے گی جو کہ کم نظر آتی ہے اور دوسری مثال کہ خدانخواستہ یہ ملک، میں خدانخواستہ یہ کہتا ہوں میرے منہ میں خاک، اس نقشے سے مٹ جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر کامران مائیکل۔

Senator Kamran Michael

سینیٹر کامران مائیکل: شکریہ جناب والا! اس سے قبل کہ میں بجٹ کے حوالے سے ، بجٹ کے اعداد و شمار کے حوالے سے اپنی چند تجاویز یہاں پر پیش کروں میں ایک نہایت اہم موضوع کو یہاں discuss کرنا چاہوں گا ، میں یہ کہنا چاہوں گا کہ قیام پاکستان ہر پاکستانی کو بنیادی حقوق دیتا ہے اور آئین ہر پاکستانی شہری کے حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے اور ایک ایسا ادارہ جس کو ہم سپریم

کورٹ آف پاکستان کہتے ہیں ان حقوق کی حصولی اور ان کو implement کرنے کا ایک واحد ذریعہ ہے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کو تمام اختیارات دیے گئے ہیں کہ ہر بشر، ہر باشندے، ہر شہری کے حقوق کا وہ تحفظ کرے، گزشتہ دنوں سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایک فیصلہ دیا جس میں یہ کہا گیا کہ جو غیر مسلم طلباء ہیں، جو مختلف یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں، میڈیکل میں جاتے ہیں اور دوسرے شعبوں میں جاتے ہیں ان کے ساتھ ایک ناانصافی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بچہ حافظ قرآن ہوتا ہے تو اس کو اضافی 20 نمبر ملتے ہیں جب وہ داخلہ لیتا ہے لیکن یہ نمبر غیر مسلم طلباء کو کیوں نہیں ملتے، تو اس پر انہوں نے judgment دی کہ ان کے لیے لائحہ عمل بنایا جائے قانون سازی کی جائے اور ان کو بھی اس قانون کے تحت جو طبقات ان 20 نمبروں سے محروم رہ جاتے ہیں ان کی ان 20 نمبروں کی محرومی کا خاتمہ کیا جائے اور انہیں قومی دھارے میں شامل کیا جائے۔ جب یہ سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ آیا ہے اس پر چند عناصر نے پارلیمنٹ میں تقاریر کیں اور انہوں نے اس کو ایک بہت غیر مناسب اقدام قرار دیا اور کہا کہ اب ان کا کوئی وجود نہیں ہے کیونکہ ان کی انجیل اور تورات تو ختم ہو چکی ہے اب ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہت alarming situation ہے جب ہم پارلیمنٹ میں بیٹھ کر ایسی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جو خدا کا قانون ہے اور ہم سب مانتے ہیں کہ جو الہامی کتابیں آسمان سے اتری ہیں ہم سب ان کے پیروکار ہیں، ہم ماننے والے ہیں اور ہمارا ایمان ہے اس کتاب کو جو آسمان سے اتری ہے نہ کوئی گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

سینیٹر کامران مائیکل: میں بات کر رہا تھا کہ ہم سب الہامی کتابوں کو ماننے والے لوگ ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ الہامی کتابوں کو کوئی رد نہیں کر سکتا کیونکہ یہ خدا کی طرف سے اتاری گئی کتابیں ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب داؤد نے جاتی جولیت کو پکارا تھا اور کہا تھا تو میں ایک آج کے جاتی جولیت کو پکار کر کہتا ہوں کہ یہ کون ہو سکتا ہے، کسی انسان یا بشر کی اوقات کیا ہو سکتی ہے جو انسان خدا کی الہامی کتابوں کے بارے میں ایسی بات کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب ہم ایک global village میں رہتے ہیں دنیا سمٹ گئی ہے، ہم دنیا کو کیا پیغام دے رہے ہیں؟ ہم پارلیمنٹ میں بیٹھ کر کس طرح کی بات کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جو خدا کا کلام ہے وہ کل، آج بلکہ ابد تک یکساں

ہے، وہ کل بھی تھا، آج بھی ہےاور ابد تک رہے گااور جب تک دنیا قائم و دائم ہے وہ قائم ودائم رہے گا لہٰذا اس بات میں یہی سچائی ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر بات کی اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ کسی بھی مذہب کے لیے ان کی دل آزاری کا باعث بن سکتی ہے کہ ان کی جو کتابیں ہیں وہ تبدیل ہو گئی ہیں، انجیل مقدس جو ہے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس شخص نے انجیل مقدس کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ اگر وہ مطالعہ کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو انسان خدا کے کلام کو پڑھ لیتا ہے وہ خود تبدیل ہو جاتا ہے تو ہم اس بات کو مانتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم پاکستان کا soft image بلکہ true image دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، ہم نے پاکستان کے اس soft image کو اس خوبصورت چہرے کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے کہ ہم پاکستان کے خیر خواہ ہیں کہتے ہیں کہ پاکستان کا جھنڈا دو رنگوں سے مل کر بنتا ہے جو سفید ہے وہ امن اور تمام غیر مسلم لوگوں کی نشانی بھی ہے جو پاکستان میں رہتے ہیں۔ لیکن سفید جھنڈا یا سفید حصہ ہرے رنگ کے ساتھ مل کر ہی پاکستان مکمل ہوتا ہے، سفید میں اگر دھبا ہو داغدار ہو، اس میں خون کے دھبے ہوں تو پھر سفید سفید نہیں رہتا یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کو ہم نے صاف ستھرا بنانا ہے کیونکہ وہ پاکستان کے پرچم کا حصہ ہے، ہم سب پاکستان کا پرچم ہیں، میں بھی پاکستان ہوں، آپ بھی پاکستان ہیں، مل کر پاکستان کو سنوارنا ہے، نکھارنا ہے اور ان شر پسند عناصر کے خلاف مل کر ہم نے ان کا محاصبہ بھی کرنا ہے۔ اس بات کے بعد میں دو تین تجاویز جلدی سے دوں گا۔ ایک تو تنخواہوں کی بہت بات ہوئی، Grade 1 to 16 کے ملازمین کی تنخواہیں 35% بڑھانے کا اعلان کیا گیا ہے، اچھی بات ہے اور میری تجویز تو یہ ہے کہ اس کو بڑھا کر 50% کیا جائے، 35% نہیں 50% کیا جائے کیونکہ جن لوگوں کی آپ نے 30% تنخواہیں بڑھائی ہیں جو Grade 17 to 22 ہیں شاید ان لوگوں کو اس کی ضرورت نہیں ہے زیادہ ضرورت اس طبقے کو ہے جو مہنگائی کے اس دور میں زیادہ پس رہا ہے ان کی پنشنز کو بڑھائیں۔ جن کے پاس اب روزگار نہیں ہےاور اس پنشن پر گزارا کر رہے ہیں وہ بیماری کی حالت میں ہیں وہ عمر کے اس حصے میں ہیں جن میں ان کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ کہ نہ صرف ان لوگوں کو مراعات دیں جن کے لیے کتاب میں تو لکھا ہے کہ وہ ایک گاڑی استعمال کر سکتے ہیں مگر وہ 4، 4 گاڑیاں استعمال کر رہے ہیں۔ ان کو پٹرول ملتا ہے، ائر کنڈیشنز، کمرے اور عملہ ملتا ہے۔ ان کو اس تنخواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ تنخواہ

بڑھانی ہے تو گریڈ ایک تا گریڈ سولہ کی تنخواہ بڑھائیں۔ اس کو 35% سے 50% تک لے کر جائیں۔ ان کی مراعات میں ہمیں اضافہ کرنا چاہیے۔

معاشی ترقی دو چیزوں سے آتی ہے۔ ایک تعلیم سے۔ تعلیم کی بات ہوئی کہ 60 ارب روپے تعلیم کی مد میں رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کی مد میں یہ 60 ارب روپے بہت کم ہیں۔ اس کو بڑھانا چاہیے اور اس کو پورے پاکستان تک محیط کرنا چاہیے۔ ان گوٹھوں اور علاقوں تک، اندرون سندھ و بلوچستان تک لے جانا چاہیے۔ وہاں کے بچوں کو focus کرنا چاہیے۔ تبدیلی کیسے آئے گی؟ وہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں۔ ان کو پہاڑوں سے سکولوں اور کالجوں میں واپس لائیں۔ ان بچوں کو پڑھائیں اور اس قابل بنائیں تاکہ ملک کی تعمیر و ترقی میں وہ اپنا کردار ادا کر سکیں۔ یہی وہ سپوت ہیں، یہی وہ چٹانیں ہیں اور یہی وہ معمار ہیں جنہوں نے ملک و قوم کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا ہے۔ تعلیم اس سوچ کو تبدیل کرتی ہے۔ تعلیم انسان کے محور اور focus کو change کر دیتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم پر ہمیں focus کرنا چاہیے۔ اس کا بجٹ 60 ارب سے بڑھا کر کم از کم 200 ارب تک لے کر جائیں۔ یہ جو laptop کی سکیمیں ہیں۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ 100 laptops ہم مہیا کریں گے۔ پورے پاکستان میں سو بچے تو نہیں ہیں۔ اس لیے یہ پروگرام محیط ہونا چاہیے۔ جناب چیئرمین! اب تو تعلیم صرف کتاب سے نہیں ملتی۔ ہم laptop سے کافی چیزیں download کرتے ہیں، پڑھتے ہیں، research کرتے ہیں اور پھر آگے بڑھتے ہیں۔ دنیا کے ساتھ اگر چلنا ہے تو ہم نے ان بچوں کو resources مہیا کرنے ہیں۔ ان میں talent کی کمی نہیں ہے لیکن resources کی کمی ہو سکتی ہے۔ Resources provide کرنا ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرے خیال میں laptops کی quantity زیادہ ہے۔ یہ ایک لاکھ ہیں۔

سینیٹر کامران مائیکل: BISP کے بارے میں بات کی گئی۔ یہ 360 ارب سے بڑھا کر اب 500 ارب کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھا اقدام ہے کہ جب مہنگائی کا دور ہے۔ ہم بالخصوص خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے اور مہنگائی کے اس دور میں ان کو compensate کرتے ہیں۔ کچھ پیسے ہم ان کو ہر مہینے دیتے ہیں لیکن کب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ 500 ارب کوئی چھوٹی رقم نہیں

ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک ارب روپے سے ہم ایک چھوٹی صنعت لگا سکتے ہیں۔ اس صنعت میں پانچ، چھ ہزار خواتین کو روزگار کا موقع مل سکتا ہے کہ وہ خود کما سکیں۔ لہٰذا اگر ایک صنعت ایک ارب روپے میں لگتی ہے تو ہمارے پاس 500ارب روپے ہیں۔ ہم ان سے 500 صنعتیں لگا سکتے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ اس سے پورے پاکستان میں صنعتوں کا جال بچھ سکتا ہے۔ ان لوگوں کو آپ کام پر لگوائیں تاکہ یہ خود داری کے ساتھ کام کریں۔ مان اور عزت کے ساتھ اپنا روزگار کمائیں۔ نہ کہ یہ لائنوں میں لگ کر انتظار کریں کہ کوئی ہمیں پیسے دے گا تو ہم روٹی پکا سکیں گے۔ کوئی پیسے دے گا تو ہم بچوں کی فیسیں بھریں گے۔ کوئی پیسے دے گا تو ہم آگے بڑھیں گے۔ ان کو ہاتھ پھیلانا نہ سکھائیں بلکہ ان کو ہونہار بنائیں۔ انہیں fighter بنائیں۔ ہم یہ چیزیں دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں دیکھ سکتے ہیں کہ جو حالات کے ساتھ لڑے ہیں اور اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اور اپنی کاوشوں کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے اس challenge کو accept کیا۔ آج وہ قومیں کہاں پہنچ گئی ہیں۔ ترقی کرتی گئی ہیں اور آگے بڑھتی گئی ہیں۔ صنعتیں لگائیں۔ میں یہ تجویز دینا چاہوں گا اس تجویز کو بھی نوٹ کیا جائے۔ صنعتیں جب تک نہیں لگیں گی تب تک معاشی پہیہ آگے نہیں بڑھے گا۔ ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ صرف کہنے سے یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم نے subsidy دے دی۔ مراعات ان کو فراہم کیں۔ اس طرح کام نہیں چلے گا۔ ملک کو اگر آگے لے کر چلنا ہے تو پھر صنعتیں لگانی ہوں گی۔ اس طرح ہی ملک ترقی کرے گا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی، سینیٹر فلک ناز صاحبہ۔

Senator Falak Naz

سینیٹر فلک ناز: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ یہاں پر دوسری طرف جو ہمارے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس مہنگائی سے منہ چھپانے کے لیے کچھ نہیں ہے تو یہ 9 مئی کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ میں ان کو یہ بتاؤں کہ خان صاحب کی حب الوطنی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ پوری دنیا میں پاکستان کو خان کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ جب کرپشن کا ذکر ہوتا ہے تو نواز شریف اور آصف علی زرداری کو پہچانا جاتا ہے۔ 9 مئی کے جو واقعات ہوئے ہیں میں اپنے PTI کے ممبران کی طرف سے شدید الفاظ میں ان کی مذمت کرتی ہوں۔ ہمارے شہدا کی یادگار کو اور کور کمانڈر ہاؤس کو جو نقصان پہنچایا گیا ہے میں شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہوں

اور میں درخواست کرتی ہوں کہ جو بھی لوگ اس میں ملوث ہیں ان کو عدالت کے کٹہرے میں لانا چاہیے اور ان کو سخت سزا دینی چاہیے۔

جناب چیئرمین! میں بجٹ پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ 42دنوں کی ایک مہمان حکومت نے یہ بجٹ پیش کیا۔ ان کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ یہ بجٹ پیش کرتے۔ بہر حال ڈار صاحب نے تاریخ کا بدترین بجٹ پیش کیا۔ قوم کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اپنی شاہ خرچیاں اور اپنے اخراجات کم کرتے۔ 100وزیروں اور مشیروں کا بوجھ غریب عوام کے کندھوں پر ہے۔ میں دعوے سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر اس نالائق ٹیم کو سو سال بھی ملیں یہ پاکستان کو ترقی نہیں دے سکتے۔ اسحاق ڈار صاحب نے جو یہ وفاقی بجٹ پیش کیا ہے میری نظر میں یہ جھوٹ کا ایک پلندا ہے۔ بجٹ میں غریب طبقے کی مشکلات میں اضافہ کیا گیا ہے۔ متوسط طبقہ کو کوئی relief نہیں دیا گیا ہے۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں 35فیصد انہوں نے اضافہ کیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ اگر یہ مہنگائی میں بھی 35فیصد کمی کرتے۔ اعلانات تو انہوں نے اس بجٹ میں بہت کیے ہیں۔ خزانے میں پیسا کہاں ہے۔ یہ حکومت خود مستحکم نہیں ہے تو یہ پاکستان کو کیا مستحکم کرے گی۔ مہنگائی تو راکٹ کی سپیڈ سے اوپر جا رہی ہے۔ جو بجٹ suited booted بابو نے بنایا ہے۔ یہ وہ قبیلہ بیٹھا ہے جن کو ground reality کا پتا نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! تو وہ کیا بجٹ بنائیں گے۔ اس بجٹ میں پاکستانی عوام کو کوئی رعایت دکھائی نہیں دیتی۔ پاکستانی عوام کے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے۔ دال کی قیمت ایک سال میں 178روپے سے 326روپے پر چلی گئی ہے۔ پٹرول 150روپے فی لیٹر سے 260 روپے سے اوپر ہو گیا ہے۔ آٹے کی 20کلو کی بوری 1300روپے میں ملتی تھی اب وہ 3500روپے میں مل رہی ہے۔ سیمنٹ کی بوری 750روپے میں تھی اس وقت 1150روپے میں مل رہی ہے۔ بجلی کا یونٹ 9 سے 12روپے کا تھا۔ اب 26 سے لے کر 30روپے تک ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ مزدور کے 35000روپے اجرت اونٹ کے منہ میں زیرہ کے مترادف ہے۔

جناب چیئرمین! یہ بجٹ صرف امیروں کا بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں پاکستان کے غریب عوام کو کوئی relief نہیں دیا گیا ہے۔ یہ بجٹ قوم کے ساتھ مذاق ہے۔ اوپر سے حکومت کہہ رہی ہے کہ یہ ہماری کامیابی ہے۔ ہم نے IMFکے بغیر یہ بجٹ پیش کر دیا ہے۔ IMFکے ساتھ معاہدہ نہیں کیا ہے تو پیسا کہاں سے آئے گا۔ آج عوام کی جیبیں اور خزانہ بھی خالی ہے۔ بس ان کو ایک بجٹ پیش کرنا تھا عوام سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ کیا اس حکومت کے پاس الہ دین کا کوئی چراغ ہے کہ یہ پاکستانی عوام کو relief دیں گے؟ جب تک ملک میں سیاسی استحکام نہیں ہوگا عوام کو relief نہیں ملے گا۔ میں اس حکومت کو کہتی ہوں کہ اپنی انا اور ضد

چھوڑ دے اور الیکشن کروائے۔ یہ حکومت اقتدار کے نشے میں پاگل ہو گئی ہے۔ ان کو ملک کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ نہ عوام کی پرواہ ہے۔

Economyکاانہوں نے بیڑا غرق کرکے رکھ دیا ہے۔ عوام مہنگائی کی چکی میں پس رہی ہے۔ غریب کو ایک وقت کا کھانا میسر نہیں ہے۔ اس حکومت کی شاہ خرچیاں دیکھ لیں۔ یہ fascistحکومت انتقامی کارروائی میں مصروف ہے۔ یہ تیرہ پارٹیاں مل کر ایک پارٹی کو توڑنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ پاکستان کے عوام کے لیے اور مہنگائی کے خلاف کوشش کرتے تو آج پاکستان کی جو حالت ہے یہ نہ ہوتی۔ نہ ڈالر آسمان پر ہوتا اور نہ مہنگائی سے عوام پس رہی ہوتی۔ لہٰذا جو ظلم اس حکومت اور اس کے اتحادیوں نے پاکستانی عوام پر کیا ہے اس کا بدلہ ان شاء اللہ آنے والے الیکشن میں یہ حکومت بھگتے گی۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں اتنا کہوں گی کہ یہ ملک بھی ہمارا ہے۔ یہ فوج بھی ہماری ہے۔ یہ عوام بھی ہماری ہے۔ ہمیں ملک اور فوج کے ساتھ ساتھ عوام کے لیے بھی سوچنا چاہیے۔ جناب چیئرمین! اس بات کو میں discussنہیں کروں گی کہ جس processسے میں گزر کر آئی ہوں۔ میں آخر میں ایک شعر کہوں گی۔

راہ الفت میں گو ہم پر بڑے مشکل مقام آئے
نہ ہم منزل سے باز آئے نہ ہم نے راہنما بدلا

شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ باقی کوئی سینیٹر رہتا ہے؟ دونوں سائیڈوں پر دیکھ لیں۔ بلائیں اگر کوئی سینیٹر رہتا ہے۔

The House stands adjourned to meet again on Friday, the 16th June, 2023, at 10:30 a.m. *InShaAllah.*

[The House was then adjourned to meet again on Friday, the 16th June, 2023, at 10:30 a.m.]

Index

سینیٹر افنان اللہ خان 4, 76, 77, 82
سینیٹر امام الدین شوقین 36, 41
سینیٹر بہرہ مند خان تنگی 3, 17, 18, 19, 20, 21, 22, 23
سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان 65, 69, 70, 72
سینیٹر دنیش کمار 11, 15
سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور 55, 56, 58, 60, 61, 62, 63, 64
سینیٹر ساجد میر 73
سینیٹر سردار محمد شفیق ترین 3, 4
سینیٹر سیف اللہ ابڑو 6, 24, 25, 28, 30, 32
سینیٹر فلک ناز 69, 94
سینیٹر فوزیہ ارشد 50, 53, 54, 70
سینیٹر کامران مائیکل 90, 91, 93
سینیٹر کامران مرتضٰی 82, 83
سینیٹر محمد اسد علی خان جونیجو 46
سینیٹر میاں رضا ربانی 30, 31, 44
سینیٹر نزہت صادق 33
سینیٹر ہدایت اللہ خان 6, 7, 8, 9, 10
سینیٹر عابدہ محمد عظیم 45